سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2013

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2013

(منگل 25، بدھ 26، جمعرات 27، جمعتہ المبارک 28 ہفتہ، 29۔ جون 2013)

(یوم الثلاثہ 15، یوم الاربعاء 16، یوم الخمیس 17، یوم الجمع 18، یوم السبت 19۔ شعبان المعظم 1434ھ)

سولھویں اسمبلی: دوسرا اجلاس

جلد 2 (حصہ دوم): شمارہ جات : 6 تا 10

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

دوسرا اجلاس

منگل،25۔جون2013

جلد 2:شمارہ 6

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا ------------	426
2۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	434
3۔	نعت رسول مقبولﷺ ------------	435
	تحاریک التوائے کار	
4۔	صوبہ پنجاب میں ہیپاٹائٹس کے بڑھتے ہوئے مرض کو روکنے کے لئے کرائسز ہیپاٹائٹس سنٹر کے قیام کا مطالبہ ------------	437

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
5۔	لاہور کے تعلیمی اداروں میں ڈگنا پارکنگ گنجائش کے فیصلے پر ڈسٹرکٹ گورنمنٹ عملدرآمد کروانے میں ناکام ------------	439
6۔	پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کو پی ایم ڈی سی کی منظوری کے بغیر چلایا جانا----------	440
7۔	پنجاب کے پرائیویٹ اور سرکاری میڈیکل کالجوں میں جاری الائیڈ ہیلتھ سائنسز پروگرامز (AHS) بند کرنے سے ہزاروں طلباء وطالبات کا مستقبل غیر محفوظ ہونے کا خدشہ ------------	441
8۔	دریائے راوی میں زہریلا پانی اور کوڑا کرکٹ ڈالنے سے لاہور کا زیر زمین پانی بھی زہریلا ہونے کا خدشہ ------------	442
9۔	لاہور میں متروکہ وقف (ہندواوقاف) کی سینکڑوں کنال اراضی خلاف قانون وپالیسی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام منتقل ------------	445
10۔	صوبہ میں تیزی سے پھیلنے والی خسرہ کی مہلک وباء پر قابو پانے کے لئے حکومتی اقدامات مؤثر نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی اموات میں اضافہ ------------	447
11۔	جناح ہسپتال انتظامیہ اور ائر کنڈیشننگ سسٹم نصب کرنے والی فرم کے مابین ناقص معاہدے سے سسٹم بند ہونے کی وجہ سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا ------------	448
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
12۔	مطالبات زر برائے سال 14-2013 پر عام بحث اور رائے شماری ------------	449
13۔	کورم کی نشاندہی ------------	479
14۔	مطالبات زر برائے سال 14-2013 پر عام بحث اور رائے شماری (۔۔۔ جاری) ------------	479
	بدھ، 26۔جون 2013	
	جلد 2: شمارہ 7	
15۔	ایجنڈا ------------	519
16۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	527

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
17۔	نعت رسول مقبولﷺ ------------	528
	حلف	
18۔	نو منتخب خاتون ممبر اسمبلی کا حلف ------------	529
	پوائنٹ آف آرڈر	
19۔	ملتان اور فیصل آباد میں خواتین کو جلائے جانے کے واقعات پر حکومتی کارروائی کا مطالبہ ------------	530
	تحاریک التوائے کار	
20۔	لاہور اور دوسرے شہروں میں بچے اور نوجوان نہروں میں نہاتے ہوئے ڈوب کر مرنے سے عوام میں خوف وہراس کا پایا جانا ------------	533
21۔	فیصل آباد کھرڑیانوالہ شیخوپورہ روڈ پر طویل لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج کرنے والوں پر پولیس کا لاٹھی چارج، چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرنا------------	534
22۔	جڑانوالہ کے نواحی گاؤں 53گ ب ڈھیسیاں میں دکاندار کے ہاتھوں آٹھ سالہ طالب علم کی ہلاکت ------------	537
23۔	منڈی بہاؤالدین بھیر ووال کی 16 سالہ لڑکی کا اغواء اور پولیس کی تحویل میں چوکی انچارج کا ساتھی سمیت زیادتی کا نشانہ بنانا ------------	538
24۔	ڈی ایف او چھانگا مانگا کا عرصہ دراز سے قائم مزدوروں کی بستی کو بذریعہ بلڈوزر گرانا ------------	540
25۔	فیروزپور روڈ پر مسلم ٹاؤن وحدت روڈ فلائی اوور کے غلط نقشے اور ڈیزائن کی وجہ سے موڑ کاٹتے ہوئے متعدد افراد ہلاک ------------	543
	پوائنٹ آف آرڈر	
26۔	صوبہ میں خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے ازالہ اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے معزز خواتین ممبران پر مشتمل کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ ------------	545

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی		
	بحث		
27۔	سالانہ بجٹ برائے سال14-2013 کے مطالبات زر پر عام بحث		
	اور رائے شماری(۔۔۔جاری)	----------	547
28۔	وزیراعلیٰ کا خطاب	----------	598
	جمعرات،27۔جون2013		
	جلد 2:شمارہ 8		
29۔	ایجنڈا	----------	605
30۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	----------	607
31۔	نعت رسول مقبولﷺ	----------	608
	حلف		
32۔	نو منتخب خواتین ممبران اسمبلی کا حلف	----------	609
	تعزیت		
33۔	سابق خاتون ممبر اسمبلی محترمہ انجم صفدر کے خاوند کی وفات		
	پر دعائے مغفرت	----------	610
	پوائنٹ آف آرڈر		
34۔	ایم ڈی واسا لاہور کی جانب سے گھریلو اور کمرشل پانی		
	کے بلوں میں اضافے کی منظوری	----------	619
	سرکاری کارروائی		
	مسودہ قانون(جو زیر غور لایا گیا)		
35۔	مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ2013	----------	621
36۔	منظور شدہ اخراجات برائے سال14-2013 کے گوشوارہ کا		
	ایوان میں پیش کیا جانا	----------	663

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	ہنگامی قانون (جو پیش ہوا)	
37۔	ہنگامی قانون (ترمیم) سروس ٹربیونل پنجاب مجریہ 2013 ----------	663
	جمعتہ المبارک، 28۔جون 2013	
	جلد 2: شمارہ 9	
38۔	ایجنڈا ----------	666
39۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ----------	668
40۔	نعت رسول مقبول ﷺ ----------	669
	حلف	
41۔	نومنتخب خاتون ممبر اسمبلی کا حلف ----------	670
	تحاریک استحقاق	
42۔	ایس پی صدر راولپنڈی اور اے ایس پی سرکل گوجر خان کا معزز ممبر اسمبلی کے خلاف تھانہ جاتلی میں رپٹ درج کروانا ----------	670
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
43۔	ضمنی بجٹ برائے سال 13-2012 پر عام بحث ----------	677
	ہفتہ، 29۔جون 2013	
	جلد 2: شمارہ 10	
44۔	ایجنڈا ----------	728
45۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ----------	736
46۔	نعت رسول مقبول ﷺ ----------	737

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	تحاریک التوائے کار	
47۔	لاہور اور دوسرے شہروں میں بچے اور نوجوان نہروں میں نہاتے ہوئے ڈوب کر مرنے سے عوام میں خوف وہراس کا پایا جانا(۔۔۔جاری) ------------	740
48۔	جڑانوالہ کے نواحی گاؤں 53گ ب ڈھیسیاں میں دکاندار کے ہاتھوں آٹھ سالہ طالب علم کی ہلاکت(۔۔۔جاری) ------------	742
49۔	فیصل آباد میں لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج کرنے والے مرد اور خواتین پر پولیس کا تشدد ------------	745
50۔	واٹر مینجمنٹ(زراعت)کے پراجیکٹ گریٹر تھل کینال کے ملازمین کو مستقل کرنے کا مطالبہ ------------	746
	پوائنٹ آف آرڈر	
51۔	تھل کینال کے متاثرین اور زراعت کے بارے میں کمیٹی بنانے کا مطالبہ------------	747
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
52۔	ضمنی مطالبات زر برائے سال 2012-13 پر عام بحث اور رائے شماری------------	750
53۔	منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ برائے سال 2012-13 کا ایوان کی میز پر رکھا جانا ------------	799
54۔	اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ ------------	800
55۔	انڈکس	

426

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،25۔جون2013

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال14-2013

مطالبات زر برائے سال14-2013پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ نمبر	تحریک	تفصیلی گوشوارہ
مطالبہ نمبر PC-21001	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو66لاکھ 3ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال-2013 14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"افیون" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد اول کے صفحات1 تا 9ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21002	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو3۔ارب 52کروڑ24لاکھ82ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"مالیہ اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 11تا 46ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21003	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6کروڑ15لاکھ 54 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"صوبائی آبکاری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات47 تا61ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21004	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو23کروڑ،4لاکھ،49ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اسٹامپ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 63 تا72ملاحظہ فرمائیں۔

427

مطالبہ نمبر PC-21005	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو2۔ارب7کروڑ74لاکھ،66ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"جنگلات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 73 تا94ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21006	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو5کروڑ77لاکھ93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"رجسٹریشن"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد اول کے صفحات95 تا105ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21007	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11کروڑ،4لاکھ،79ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں برداشت"کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد اول کے صفحات 107تا122ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21008	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو42کروڑ97لاکھ75 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"دیگر ٹیکس ومحصولات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 123تا145ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21009	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11۔ارب34کروڑ60لاکھ28ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"آبپاشی وبحالی اراضی"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 147تا286 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21010	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو14۔ارب73کروڑ74لاکھ88ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"انتظام عمومی"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال14-2013جلد اول کے صفحات 305تا783 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21011	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو8۔ارب17کروڑ2لاکھ،45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"نظام عدل"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 785تا847ملاحظہ فرمائیں۔

428

مطالبہ نمبر PC-21012	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو5۔ارب74کروڑ67لاکھ94ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اخراجات برائے جیل خانہ جات وسزا یافتگان کی بستیاں"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 849تا885ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21013	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو70۔ارب51کروڑ53لاکھ33ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"پولیس"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 887تا970ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21014	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو8کروڑ62لاکھ28ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"عجائب خانہ جات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 971تا984ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21015	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو38۔ارب31کروڑ49لاکھ45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"تعلیم"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 985 تا1229ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21016	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو45۔ارب99کروڑ86لاکھ61ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات"صحت"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1 تا344ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21017	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو3۔ارب20کروڑ59لاکھ46ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"صحت عامہ"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 345تا384ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21018	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو6۔ارب23کروڑ83لاکھ89ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2014کو ختم ہونے والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"زراعت"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 385تا507ملاحظہ فرمائیں۔

429

مطالبہ نمبر PC-21019	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 46 کروڑ، 86 لاکھ، 32 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 509 تا 525 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21020	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ ارب، 14 کروڑ 80 لاکھ 13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ویٹرنری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 527 تا 637 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21021	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 15 کروڑ 60 لاکھ 13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "امداد باہمی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 639 تا 662 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21022	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 5۔ ارب 86 کروڑ 51 لاکھ 64 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صنعتیں" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 663 تا 714 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21023	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ارب 89 کروڑ 58 لاکھ 73 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق محکمہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 715 تا 816 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21024	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ ارب 32 کروڑ 39 لاکھ 49 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ورکس" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 817 تا 861 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21025	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ ارب، 45 کروڑ، 11 لاکھ، 37 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013-14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مواصلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2013-14 جلد دوم کے صفحات 863 تا 912 ملاحظہ فرمائیں۔

430

مطالبہ نمبر PC-21026	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو30کروڑ،68لاکھ،13ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 913تا931ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21027	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو5کروڑ،74لاکھ،57ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"ریلیف"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد دوم کے صفحات 933تا945ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21028	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو74۔ارب،93کروڑ52لاکھ،53ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"پنشن"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 953تا958ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21029	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو18کروڑ،5لاکھ،61ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد دوم کے صفحات 959 تا983ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21030	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو36۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال-2013 14کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"سبسڈیز"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 985تا989ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21031	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2۔کھرب48۔ ارب76کروڑ26لاکھ 88ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"متفرقات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013جلد دوم کے صفحات 991 تا1188ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21032	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو5کروڑ،76لاکھ،11ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"شہری دفاع"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1189 تا 1203ملاحظہ فرمائیں۔

431

مطالبہ نمبر PC-13033	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 26۔ارب 55 کروڑ 30 لاکھ 69 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1205 تا 1224 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13034	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ، 25 لاکھ، 75 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1225 تا 1235 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13035	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 10 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1237 تا 1241 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13050	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 8۔ارب 14 کروڑ 75 لاکھ 92 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سرمایہ کاری" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1267 تا 1271 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-22036	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 70۔ارب 70 کروڑ 56 لاکھ 37 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 14-2013 جلد اول کے صفحات 1 تا 500 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12037	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 34۔ارب، 97 کروڑ، 65 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 1 تا 41 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12038	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 18 کروڑ، 11 لاکھ، 40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2014-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال 14-2013 جلد دوم کے صفحات 43 تا 46 ملاحظہ فرمائیں۔

432

مطالبہ نمبر PC-12040	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو50کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013–14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"ٹاؤن ڈویلپمنٹ"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال2013–14 جلد دوم کے صفحات47تا50ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12041	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو32۔ارب99کروڑ10 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال2013–14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"شاہرات وپل"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال2013–14 جلد دوم کے صفحات51تا115ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12042	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو50۔ارب،64کروڑ،57 لاکھ،23ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال2013–2014 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"سرکاری عمارات"برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر (ترقیات) برائے سال2013–14 جلد دوم کے صفحات117تا349 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12043	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو10۔ارب53کروڑ3 لاکھ48ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 2013–14 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/خود مختار ادارہ جات وغیرہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر(ترقیات) برائے سال2013–14 جلد دوم کے صفحات351تا363ملاحظہ فرمائیں۔

434

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا دوسرا اجلاس

منگل،25۔جون2013

(یوم الثلاثہ،15۔شعبان المعظم1434ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر30منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ
مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ
السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②
وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ
لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ
فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا
فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③ ۙ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ④

سُوۡرَةُ سَبَإ آیات 1 تا 4

سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے (جو سب چیزوں کا مالک ہے یعنی) وہ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا (اور) خبردار ہے (1) جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس پر چڑھتا ہے سب اُس کو معلوم ہے اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے (2) اور کافر کہتے ہیں کہ (قیامت کی) گھڑی ہم پر نہیں آئے گی، کہہ دو کیوں نہیں (آئے گی) میرے پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی (وہ پروردگار) غیب کا جاننے

والا (ہے) ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے (3) اس لئے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو بدلہ دے، یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے (4)

وما علینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

عشق تیرا نہ اگر میرا مسیحا ہوتا
میں بھی گمراہی کے ویرانوں میں کھویا ہوتا
تیری نسبت نے سنوارا ہے میرا اندازِ حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگِ دنیا ہوتا
کاش یہ آنکھ تیری راہ کے تنکے چُنتی
دِل تیرے شہر کی گلیوں میں سُلگتا ہوتا
کوئے سرکار میں ہو گا کہیں مصروفِ طواف
دِل اگر سینے میں ہوتا تو دھڑکتا ہوتا

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔آج کی پہلی تحریک التوائے کار ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے؟ان کی تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر7/13 بھی ان کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا اس کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر12/13 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر13/13 بھی محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں اس لئے اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر14/13 بھی محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتیں اس لئے اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر16/13 شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔جی، شیخ علاؤالدین!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ مورخہ11۔جون کو چھانگا مانگا جنگل میں جو المناک واقعہ ہوا ہے۔میری اس واقعہ پر تحریک التوائے کار ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو پہلے لے لیں۔

جناب سپیکر: یہ out of turn نہیں آئے گی جب اس کا نمبر آئے گا تو اسی وقت take up کی جائے گی۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ میری عرض سن لیں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ مہربانی کریں اور ایسا نہ کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ وزیر قانون صاحب سے پوچھ لیں اگر اجازت ہو گی تو میں پیش کر دوں گا کیونکہ یہ ایک المناک واقعہ ہے اس میں عورتیں بھی زخمی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: جب اس کا نمبر آجائے گا تو پھر اس کو take up کر لیں گے۔

صوبہ پنجاب میں ہیپاٹائٹس کے بڑھتے ہوئے مرض کو روکنے کے لئے کرائسز ہیپاٹائٹس سنٹر کے قیام کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان اور بالخصوص پنجاب میں پچھلے دس برسوں میں ہیپاٹائٹس تیزی سے پھیل رہا ہے اور ایک ماہرانہ اندازے کے مطابق اس میں مزید اضافہ ہونے کا امکان ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہیپاٹائٹس کی مختلف اقسام سامنے آئی ہیں جن میں A,B,C,D,E,F اور G تک یہ ریسرچ ہو چکی ہے۔ جگر جو انسانی زندگی کا بنیادی کردار ہے اپنا مرض عرصہ دراز تک چھپائے رکھتا ہے اور اکثر اوقات تب ظاہر کرتا ہے جب معاملہ دور تک جا چکا ہوتا ہے۔ ہیپاٹائٹس کا علاج ایک مہنگا ترین علاج ہے اور حقیقتاً لوگ علم ہو جانے کے باوجود اس کا علاج کرانے سے قاصر ہیں۔ دنیا بھر میں کوئی مؤثر ویکسین بھی ایسی تیار نہ ہو سکی ہے جو ہیپاٹائٹس کو روک سکے۔ اس مرض کے بڑھنے کی جو وجوہات ہیں ان کا علم بھی عوام کو ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی سنجیدہ کوشش کی جا رہی ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ہیپاٹائٹس کے مرض کے خلاف ایک تحریک کا آغاز کیا جائے۔ تمام ہسپتالوں Basic Health Units، Rural Health Centres اور پرائیویٹ ڈاکٹروں سے ہیپاٹائٹس کے مریضوں کا ریکارڈ لے کر اور مکمل تفصیلات کی بنیاد پر ایک Crisis Hepatitis Centre بنایا جائے اور ہر مریض کو تمام ادویات، انجکشن مفت مہیا کئے جائیں اور ان کو اس وقت تک مانیٹر کیا جائے جب تک کہ ان کے نتائج negative نہ ہو جائیں۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ جو پنجاب میں اس وقت خسرے کی وباء پھیلی ہوئی ہے اور جس سے کافی نقصان ہوا ہے اس سے متعلقہ جن lines کے اوپر محترم شیخ علاؤالدین صاحب نے بات کی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 16/13 کا جواب دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس پر یہی عرض کروں گا کہ شیخ علاؤالدین نے خسرے اور ہیپاٹائٹس (سی) سے متعلق جن lines پر بات کی ہے اس سلسلے میں curative activities ہونی چاہئیں۔ اس سے متعلقہ ایک create cell کیا گیا ہے اور ہفتے میں ایک مرتبہ چیف منسٹر صاحب خود اس مسئلے پر میٹنگ کرتے ہیں۔ دوسرے دنوں میں وزیر صحت اور سیکرٹری صحت میٹنگ کرتے ہیں اور اس بارے میں کافی توجہ دی جارہی ہے۔ اگر شیخ علاؤالدین مناسب سمجھیں تو یہ خود بھی ان کی guidance کریں۔ ان کی تحریک متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو بھیج دی جاتی ہے with this direction کہ جن guidelines کا ذکر شیخ علاؤالدین نے کیا ہے ان کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی مہم میں اور بہتری لائیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: اس پر اب بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ میری صرف عرض سن لیں۔ پروفیسر آفتاب محسن نے اس پر ریسرچ کی ہے Hepatitis actually اور خسرہ دو different چیزیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چیف منسٹر صاحب ہر ہفتے اس پر بریفنگ لے رہے ہیں۔ میری گزارش صرف یہ ہے کہ پندرہ ہزار روپے کا ایک انجکشن ہے جو چھ ماہ تک ہر ہفتے لگتا ہے۔ ہیپاٹائٹس جس طریقہ سے پھیل رہا ہے یہ آپ کے علم میں بھی ہے اور استغفراللہ یہ ایک complete death ہے یعنی اگر اس کا علاج نہ ہو تو اس میں بچنے کے امکانات بہت کم ہیں اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس پر خصوصی توجہ دی جائے۔ آپ اس میں صرف اتنا فیصلہ کر دیجئے کہ اس کے لئے ایک crisis centre بنا دیا جائے جہاں پر صرف ہیپاٹائٹس کا کچھ کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات حکومت کے notice میں آچکی ہے، وہ اس پر پوری طرح عملدرآمد کرنے کی کوشش کریں گے۔ I think it's not pressed.

شیخ علاؤالدین: جی، شکریہ

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 17/13 بھی شیخ صاحب کی ہے۔

لاہور کے تعلیمی اداروں میں دُگنا پارکنگ گنجائش کے فیصلے پر ڈسٹرکٹ گورنمنٹ عملدرآمد کروانے میں ناکام

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک حالیہ فیصلہ کے تحت سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور ایل ڈی اے نے تعلیمی اداروں کے لئے پارکنگ گنجائش دُگنا کرنا لازمی قرار دے دیا ہے۔ محرک انتہائی حیرانی سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہے کہ کون سے تعلیمی اداروں کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے؟ اس وقت اگر صرف صوبائی دارالحکومت لاہور کو ہی لے لیں تو ہزاروں سکول اور کالج ایک سائیکل کی پارکنگ بھی نہیں رکھتے اور عوام کو ایک نہ ختم ہونے والے ٹریفک عذاب میں صبح سے شام تک مبتلا دیکھ کر کوئی حکومتی ادارہ ان نام نہاد یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں، اکیڈمیوں اور بھانت بھانت کے انسٹیٹیوٹ جن کا کوئی سر پیر نہ ہے، جو اپنے اشتہارات میں نوجوان خواتین کی تصاویر دے کر طلباء کو ورغلاتے ہیں اور بے فائدہ اور بے ثمر تعلیم دے رہے ہیں (Pure Residential Areas) میں بڑے نام والے سکول جو ایک نرسری کے بچہ سے 25 ہزار روپے فیس لے رہے ہیں حقیقتاً اُن کا منافع بڑی بڑی انجینئرنگ انڈسٹری سے بڑھ چکا ہے نہایت ڈھٹائی سے مسلسل عوام کے مسائل میں بھی اضافہ کر رہے ہیں۔ شہر کے تمام ایڈمنسٹریٹرز کو کہا گیا ہے کہ تعلیمی اداروں کی عمارتوں کو (1000Sq.Ft) یعنی تقریباً ساڑھے چار مرلہ ایک گاڑی کی پارکنگ کے لئے مہیا کرنا لازمی ہوگی۔ اس سے بڑا کیا مذاق ہو سکتا ہے، گلبرگ-II کا علاقہ، سمن آباد کا حسن بلاک، گارڈن ٹاؤن کے رہائشی تقریباً تمام دن اس ٹریفک کی وجہ سے اپنے گھروں کو بھی نہیں جا سکتے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب والا! میں نے اس میں جو ذکر کیا ہے میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ ان اداروں نے رہائشی لوگوں کا حشر کر دیا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شیخ صاحب بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اسے pending فرما دیں۔ یہ محکمے کو بھجوائی گئی ہے لیکن ابھی اس کا جواب نہیں آیا۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ دونوں طرف سے آپس میں اس طرح بات نہ کیا کریں،آپ کی مہربانی۔ رانا صاحب! Pending till?

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!Next week تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار next week تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ شیخ صاحب! تحریک التوائے کار نمبر13/ 18 بھی آپ کی ہے۔پڑھئے گا۔

پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد کو پی ایم ڈی سی کی منظوری کے بغیر چلایا جانا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب میڈیکل کالج (PMC) فیصل آباد کا ڈینٹل ڈیپارٹمنٹ پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل (PMDC) کی منظوری کے بغیر چلایا گیا۔ زمینی حقائق اس طرح ہیں کہ آج جبکہ پچاس ڈینٹسٹ گریجویٹ اپنی تعلیم مکمل کر کے کالج سے جانے والے ہیں۔PMC ڈینٹل ڈیپارٹمنٹ انہیں ڈگریاں دینے سے قاصر ہے۔PMDC کی منظوری نہ ہونے کی وجہ سے ڈینٹل ڈیپارٹمنٹ میں faculty کا نہ ہونا ہے۔ 2009 میں جب ان طلباء کو داخلہ دیا گیا تھا تو ان کی تعلیمی ذمہ داریاں Demonstrators کے ذریعہ پوری کی گئیں۔ ڈینٹل ڈیپارٹمنٹ میں 75 specified dental chairs جو بنیادی چیزوں میں آتی ہے کا کوئی وجود نہ ہے۔آج 250 BDS Students ڈیپارٹمنٹ میں موجود تو ہیں لیکن ان کا کوئی مستقبل نہ ہے۔PMC فیصل آباد جو تقریباً تین سو طلباء کو سالانہ داخلہ دے رہا ہے۔تمام معاملات پر غور کرنا ضروری ہے۔PMDC نے رولز کی خلاف ورزی اور سہولیات کے فقدان پر کالج کو سخت warning issue کی ہے لیکن وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور طلباء پر خرچ کیا جانے والا سرمایہ اور مستقبل ضائع ہونے کا خدشہ ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے Saturday تک pending فرما دیں۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے جس problem کی طرف توجہ دلائی ہے یہ بڑا complex ہے۔ محکمے کو یہ تحریک بھیجی گئی ہے لیکن ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اسے Saturday تک pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار Saturday تک pending کی جاتی ہے۔ شیخ صاحب تحریک التوائے کار نمبر 19 بھی آپ کی ہے۔

پنجاب کے پرائیویٹ اور سرکاری میڈیکل کالجوں میں جاری الائیڈ ہیلتھ سائنسز پروگرامز (AHS) بند کرنے سے ہزاروں طلباء وطالبات کا مستقبل غیر محفوظ ہونے کا خدشہ

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب کے گیارہ میڈیکل کالجوں نے Allied Health Sciences Programmes(AHS) اچانک ختم کر دیئے ہیں اور AHS میں داخلہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔ حکومتی میڈیکل کالج جو کہ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز سے منسلک ہیں بھی AHS کورسز ختم کرنے جا رہے ہیں۔ سادہ الفاظ میں وہ تمام طلباء جو چند نمبروں کی کمی کی وجہ سے MBBS میں داخلہ نہیں لے سکتے تھے کا مستقبل سخت خطرے میں پڑ چکا ہے۔ سروسز انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز لاہور اور نشتر میڈیکل کالج ملتان نے بغیر کوئی وجہ بتائے تمام اہم کورسز بند کر دیئے ہیں اور جو پرائیویٹ کالج AHS کورسز چلا بھی رہے ہیں انہوں نے اپنی سالانہ فیس -/125000 روپے کر دی ہے۔ 2007 میں جب یہ پروگرام شروع کیا گیا تو گیارہ سو طلباء کو داخلہ دیا گیا لیکن یہ اہم کورسز تمام کالج بند کرنا چاہتے ہیں اور اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ پروفیسر صاحبان AHS کورسز میں داخل طلباء کو white uniform میں ایک لمحہ برداشت کرنے کو تیار نہ ہیں۔ یہی سلوک قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں طلباء کے ساتھ شروع ہو چکا ہے اور وہاں پر بھی Doctor of Physical Therapy(DPT) جیسے اہم کورسز بند کئے جا رہے ہیں۔ حقیقتاً AHS کورسز جدید میڈیکل سائنس میں اہم کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ کوالیفائیڈ مین پاور Laboratory Diagnosis, Radiologist, Rehabilitation of Patient کے لئے

یہ کورسز انتہائی ضروری ہیں اور گراں قدر خدمات انجام دے سکتے ہیں لیکن یہ تمام میڈیکل کالج AHS کورسز کے بارے میں جو فیصلہ کر چکے ہیں کا فوری محاسبہ ضروری ہے تاکہ ایک طرف طلباء کا مستقبل محفوظ ہو سکے اور دوسری طرف عوام کو اہم طبی سہولیات مہیا کی جائیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اسے بھی Saturday کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار بھی Saturday تک pending کی جاتی ہے۔ شیخ صاحب! تحریک التوائے کار نمبر21 بھی آپ کی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو وہ المناک واقعہ جو تھوڑا بہت آپ کے علم میں بھی ہے اس کو لے لیں چونکہ ابھی آپ حکم دے دیں گے کہ ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! ابھی آپ کی وہ تحریک التوائے کار admit نہیں ہوئی۔ I am sorry for that

شیخ علاؤالدین: جی، کون سی؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ نے آج صبح جو 9.00 بجے دی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے لاء منسٹر صاحب نے اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! ایسے نہ کریں، آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ تحریک التوائے کار نمبر21 پڑھیں۔

دریائے راوی میں زہریلا پانی اور کوڑا کرکٹ ڈالنے سے لاہور کا زیرزمین پانی بھی زہریلا ہونے کا خدشہ

شیخ علاؤالدین: ٹھیک ہے جیسے آپ کا حکم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ دریائے راوی جو پورے ہندوستان میں اپنی زرخیزی اور منفرد شان سے ہزارہا سال سے پہچانا جاتا ہے آج گندگی اور پوری Environmental World میں ہماری بدنامی کا باعث بن

چکا ہے۔ایک وہ وقت تھا جب بادشاہ وقت نورالدین جہانگیر اور اس کی ملکہ نور جہاں نے اپنے مقبروں کے لئے بھی اسی دریا کے کنارے کو چنا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ اس دریا کی pollution کی وجہ سے لاہور کے شہری زیر زمین گندے پانی کی وجہ سے بیمار ہو رہے ہیں۔ جن صنعتکاروں نے قوم کو نہ صرف ایک عظیم ورثے سے محروم کیا بلکہ دریائے راوی کو بیماریوں کا گھر بنا دیا وہ عبرت ناک سزا کے مستحق ہیں۔ حقیقتاً یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایک دریا کو موت کی نیند سلا دیا۔ فیکٹریوں کے بغیر Treatment Plant پانی اور گھروں کے سیوریج نے میٹل اور کاپر کے Toxic مادے جن میں Cu-Cd اور Pb جیسے مادے بھی شامل ہیں یہ تمام زہر زیر زمین پانی میں منتقل کر دیئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 1500 ٹن کے قریب کوڑا کرکٹ دریائے راوی میں روزانہ پھینکا جا رہا ہے۔ لاہور شہر کا کبھی وہ مقام نہ ہوتا اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اسے دریائے راوی سے نہ نوازا ہوتا۔ مقام افسوس اور شرم ہے کہ ہماچل پر دیش سے لے کر چناب تک 894 کلو میٹر کے دریا میں سب سے زیادہ غلاظت 72 کلو میٹر کے اس حصے میں کیوں پائی جاتی ہے جو لاہور سے ہیڈ بلوکی کے درمیان ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے کسی راکٹ سائنس کی ضرورت نہ ہے۔ تقریباً 1400 انڈسٹریل یونٹ اور بے شمار unregistered Industrial Units بغیر treatment کے اپنا سارا گند دریائے راوی میں بہا رہے ہیں اور یہی پانی ہیڈ بلوکی سے فصلوں اور سبزیوں میں استعمال ہو رہا ہے جو زیادہ تر لاہور اور اس کے ارد گرد کے شہروں میں کھائی جا رہی ہیں۔ اب تو UNICEF کی ایک رپورٹ بھی آ گئی ہے کہ ہسپتالوں میں 40 فیصد لوگ گندے پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے بیمار ہو رہے ہیں۔ محرک صاف Tap Water نلکے کے پانی، سابق اسمبلی میں مذکورہ معاملہ کو پہلے بھی پیش کر چکا ہے جس کا اب تک کوئی نتیجہ نہ نکلا ہے۔ سوچنے کا مقام یہ ہے کہ امریکہ میں بہت سی ریاستوں نے منرل واٹر کی فروخت پر پابندی اس بنیادی نکتہ کو مدنظر رکھ کر لگائی تھی کہ پانی رب العالمین کی انسان کو بخشش ہے اور اس پر کوئی بزنس نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ ارب ہا روپے کا ڈھکوسلہ منرل واٹر بیچا جا رہا ہے اور آج کوئی پوچھنے والا نہ ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ راوی پر کم از کم تین Waste Water Treatment Plants جن کا آغاز بابو صابو سے کیا جائے فوری طور پر لگائے جائیں۔ دریائے سندھ کی بھی 50 فیصد گندگی کا ذمہ دار دریائے راوی ہے چونکہ جب یہ جا کر اس دریا میں ملتا ہے تو پانی کی ملاوٹ کی وجہ سے حشر کر دیتا ہے، دوسرے لفظوں میں لاہور تو کیا ہم پاکستان میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو کیا دے رہے ہیں، کیا تاریخ ہمیں معاف کرے گی؟ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! پینے کا صاف پانی مہیا کرنا، Water Treatment Plants لگانا اور دریائے راوی سمیت دوسرے پانی کو صاف کرنے سے متعلق منصوبوں کے بارے میں بحث کافی عرصے سے چل رہی تھی۔اس مرتبہ حکومت نے اس کے لئے کافی زیادہ فنڈز مختص کئے ہیں اور ایک comprehensive پروگرام بناکر اس پر عمل کیا جائے گا۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے جس معاملے کو یہاں پر اس تحریک کے ذریعے اُٹھایا ہے بالکل یہ بڑا گھمبیر ہے اور اس کے اُوپر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حکومت نے اس بجٹ میں اس کے لئے فنڈز مختص کئے ہیں اور اس مرتبہ حکومت اس پر پوری طرح سے توجہ دے رہی ہے۔اس حوالے سے جو بھی پروگرام آگے چل کر بنائے جائیں گے اس میں محرک بھی اپنی inputs دیں۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ انڈسٹریز والے Treatment Plants لگائیں تاکہ یہ گندگی دریائے راوی کے پانی میں نہ جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! جن انڈسٹریز سے یہ گندہ پانی خارج ہو رہا ہے تو ایک قانون سازی کے تحت ان کو اس بات پر مجبور کیا جانا ضروری ہے کہ وہ اپنے اپنے Treatment Plants لگائیں۔اس کے اوپر ایک بڑی مربوط approach کی ضرورت ہے اور حکومت اس مرتبہ اس حوالے سے سنجیدگی سے کام کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: اس تحریک کو pending کر دیتے ہیں تاکہ آپ اس پر مفصل رپورٹ حاصل کر سکیں۔اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ اس تحریک کو مفصل بحث کے لئے admit کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر اس بجٹ میں توجہ دی گئی ہے اور funds allocate کئے گئے ہیں۔اس مرتبہ اس مسئلہ کا comprehensive حل پیش کیا جائے گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس لئے آپ اس تحریک کو pending فرمادیں اور جب وزیر قانون تیار ہوں تو اس کے اوپر سیر حاصل بحث کرائی جائے۔ہڈیارہ ڈرین، ستوکتلہ ڈرین اور ریواز گارڈن ڈرین پر

filtration کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہے اور پورے شہر کا گندہ پانی دریائے راوی میں گر رہا ہے۔یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور کروڑوں لوگوں کی جانوں کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے لہذا اس پر لازمی بحث ہونی چاہئے۔آپ وزیر قانون سے پوچھ کر اس کے لئے وقت مقرر فرمادیں۔

جناب سپیکر: میں چاہتا ہوں کہ فی الحال ہم اس تحریک کو pending کر لیں اور اگلے اجلاس میں اس کو لے آئیں۔یہ بجٹ اجلاس ہے اس لئے اس میں شاید اتنا وقت نہ مل سکے لیکن بعد میں ہم اس پر ضرور بحث کریں گے۔اب چونکہ ایوان کی بھی یہی رائے ہے اس لئے اس تحریک کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کیا میں تحریک التوائے کار نمبر 22 پڑھ دوں؟

جناب سپیکر: ذرا ایک منٹ بریک لگائیں گے؟

شیخ علاؤالدین: جی، سر بریک لگ گئی۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب! آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر 22 پڑھیں۔

لاہور میں متروکہ وقف (ہندواوقاف) کی سینکڑوں کنال اراضی خلاف قانون و پالیسی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام منتقل

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ 325 کنال اراضی جو متروکہ وقف (ہندواوقاف) کی ملکیت تھی کا انتقال ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام کر دیا گیا ہے۔مختصر حقائق کچھ اس طرح ہیں کہ 325 کنال زمین جو کہ موضع ٹھاکر دوارہ نواں کوٹ لاہور کینٹ میں ہے معاہدہ بیع کے ذریعے -/61400000 روپے میں بذریعہ رجسٹری نمبر 3151 انتقال نمبر 1418 اور اسی طرح مزید 25 کنال اراضی -/4437000 روپے کے عوض ذوالفقار علی وغیرہ کو فروخت کر دی اس کا رجسٹری نمبر 776 اور انتقال نمبر 501 ہے۔ڈیفنس لاہور Phase-V میں واقع یہ زمین جو کسی صورت فروخت نہ ہو سکتی تھی کا انتقال کس کے کہنے پر کیا گیا اور اس انتقال کی تصدیق کیسے کر دی گئی؟یہ معاملہ اسمبلی کی فوری کارروائی اور دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے ایک فقرے کا اضافہ کروں گا۔اس Evacuee Trust Property Board نے پچھلے پانچ سال میں Evacuee زمینوں اور properties پر تباہی مچادی ہے۔میں نے اس ایوان میں پہلے بھی گزارش کی تھی کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت یہ حکومت پنجاب کی jurisdiction ہے۔Evacuee Trust Property Board اور E.O.B.I. دونوں محکموں میں وفاقی حکومت نے گزشتہ پانچ سالوں میں جو کچھ کر دیا ہے اس کی بناء پر میں آپ کے توسط سے وزیر قانون سے درخواست کروں گا کہ ان دونوں محکموں کو ایک لمحہ ضائع کئے بغیر takeover کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! شیخ علاؤالدین صاحب نے تحریک التوائے کار نمبر22 میں جس معاملہ کی نشاندہی کی ہے اس کی inquiry کا حکم دیا جا چکا ہے اور اس کی رپورٹ ایک ہفتہ کے اندر موصول ہو جائے گی تو آپ اس تحریک کو Saturday تک کے لئے pending فرمادیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔وزیر قانون صاحب شاید اس معاملے کی سنگینی کو سمجھ نہیں رہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): شیخ صاحب! معاملے کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے ہی اس کی inquiry کا حکم دیا گیا ہے۔اب Inquiry Officer کو جو وقت چاہئے وہ آپ دیں اور اس کے بعد حقیقت سامنے آجائے گی۔

جناب سپیکر: .Have patience مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: اس میں بڑے پردہ نشینوں کے نام آئیں گے، مجھے موقع تو دیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ کو پھر موقع دیں گے، ابھی نہیں۔اس تحریک کو Saturday تک لئے pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 24/13 محترمہ ثمینہ خاور حیات، سردار وقاص حسن مؤکل اور ڈاکٹر محمد افضل صاحب کی طرف سے ہے۔

صوبہ میں تیزی سے پھیلنے والی خسرہ کی مہلک وباء پر قابو پانے کے لئے حکومتی اقدامات مؤثر نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی اموات میں اضافہ

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ قومی اخبارات، نیوز چینلز نشر کر رہے ہیں اور سول سوسائٹی صبح شام فریاد کر رہی ہے کہ قوم کے نونہال بچے خسرہ کی مہلک وباء سے ہلاک ہو رہے ہیں لیکن حکومتی افسران کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اخبارات میں دعوے کئے جا رہے ہیں کہ خسرہ کی وباء کو ختم کرنے کے لئے ہنگامی اقدامات اُٹھائے جا رہے ہیں، کروڑوں روپے کی ادویات مہیا کر دی گئی ہیں لیکن عملی طور پر ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا۔ صوبہ کے غریب عوام پریشانی کے عالم میں ہیں اور ان کو اپنے بچوں کا مستقبل تاریک ہی نظر آتا ہے اور خسرہ سے بچوں کی اموات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مسئلہ کی سنگینی کے پیش نظر ارباب اختیار سے التماس ہے کہ وہ اس انسانی المیہ سے نمٹنے کے لئے جنگی بنیادوں پر اقدامات کریں اور فرائض سے پہلو تہی کرنے والوں کو سزا دی جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب سے موجودہ حکومت نے چارج لیا ہے اس وقت سے حقیقتاً جنگی بنیادوں پر ہی اس خسرہ کی وباء کے اُوپر قابو پانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں سیکرٹری سطح کے لوگوں کے خلاف بھی ایکشن لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ منسٹر صاحبان اور سیکرٹری صاحبان کی ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں۔ تقریباً ہر ضلع کی monitoring کی ڈیوٹی ایک سیکرٹری level کے عہدہ کے ذمے لگائی گئی ہے اور اُن تمام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ روزانہ کی بنیاد پر جا کر خسرہ کی روک تھام سے متعلقہ ہونے والی کارروائی کو مانیٹر کریں اور یہاں پر آ کر کمیٹی کو رپورٹ کریں۔ اُس کمیٹی کو چیف منسٹر صاحب خود head کر رہے ہیں اور روزانہ اُس کمیٹی کی میٹنگیں ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں تمام تر توجہ جس کا ذکر اس تحریک میں کیا گیا ہے وہ already دی جا رہی ہے اور اس میں مزید بہتری لانے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے Not pressed, disposed of اگلی تحریک التوائے کار نمبر 25/2013۔ محترمہ باسمہ چودھری، ڈاکٹر محمد افضل، محترمہ ثمینہ خاور حیات، سردار وقاص حسن موکل کی طرف سے ہے۔ جی، یہ تحریک کون پیش کریں گے؟

جناح ہسپتال انتظامیہ اور ائرکنڈیشننگ سسٹم نصب کرنے والی فرم کے مابین ناقص معاہدے سے سسٹم بند ہونے کی وجہ سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اشاعت کے مطابق جناح ہسپتال میں 500 ملین لاگت کا ائرکنڈیشننگ سسٹم ہسپتال انتظامیہ اور فرم کے درمیان ادائیگی کے تنازع کی وجہ سے بند پڑا ہے اور اس وجہ سے شدید گرمی کے موسم میں مریض، عملہ اور ڈاکٹر انتہائی مشکلات کا شکار ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 600 ٹن capacity والا یہ ائرکنڈیشننگ سسٹم جو 2009 میں اُس وقت کی پنجاب حکومت کی ہدایت پر install کیا گیا تھا ہسپتال انتظامیہ نے ائرکنڈیشننگ سسٹم کی خریداری کی مد میں 500 ملین کی ادائیگی کی جسے مکمل ادائیگی قرار دیا جا رہا ہے جبکہ ائرکنڈیشننگ سسٹم فراہم کرنے والی مقامی کمپنی واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہی ہے جبکہ اس ضمن میں ہونے والے ناقص معاہدہ کے باعث تنازع شدت اختیار کر چکا ہے اور سسٹم بند پڑا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کمپنی کا مؤقف ہے کہ سسٹم کے انتہائی اہم اور قیمتی پارٹس چرا لئے گئے ہیں، اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہسپتال انتظامیہ کی ہے۔ یہ مفاد عامہ کا ایک انتہائی اہم issue ہے، یہ جاننا از حد ضروری ہے کہ جناح ہسپتال انتظامیہ اور لوکل فرم کے درمیان کیا معاہدہ ہوا اور کس سائیڈ سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے؟ اس کشمکش کے سب سے زیادہ متاثرہ فریق مریض ہیں جن کا علاج معالجہ بُری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاہدے کی تفصیلات طلب کی گئی ہیں اور ڈیپارٹمنٹ سے ابھی جواب موصول نہیں ہوا تو اس تحریک کو Saturday تک pending فرما دیں۔

MR SPEAKER: Pending till Saturday.

اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر، جناب سپیکر! خسرہ کی روک تھام کے پروگرام میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کو شامل نہیں کیا گیا۔

سرکاری کارروائی

بحث

مطالبات زر برائے سال 14-2013 پر عام بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: وزیر صحت صاحب نوٹ کریں کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کو بھی خسرہ کی روک تھام کے پروگرام میں شامل کیا جائے۔ اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 14-2013 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔ 14-2013 کے سالانہ بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 43 ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ ان 43 مطالبات زر میں سے 5 مطالبات زر میں ذیل ترتیب سے کٹ موشن پیش کی جائیں گی۔

1. مطالبہ نمبر PC-21013 پولیس۔
2. مطالبہ نمبر PC-21015 تعلیم۔
3. مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت۔
4. مطالبہ نمبر PC-21023 متفرق محکمہ جات۔
5. مطالبہ نمبر PC-21002 مالیہ اراضی۔

کٹ موشن کے ذریعے مطالباتِ زر پر کارروائی آج شروع ہو کر مورخہ 26۔جون 2013 دوپہر 12 بجے تک جاری رہے گی۔ باقی ماندہ مطالباتِ زر پر کارروائی قواعد انضباطِ کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت Guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہِ راست سوال کیا جائے گا۔ اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21013 پولیس پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21013

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 70۔ارب 51 کروڑ 53 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے

والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات
کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں
گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو70۔ارب51کروڑ53لاکھ33ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر
پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2014کو ختم ہونے
والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات
کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں
گے۔"

MRS SAMINA KHAWAR HAYAT: Sir! I oppose it.

جناب سپیکر: اس میں درج ذیل ممبران کی طرف سے کٹ موشن آئی ہے۔ میاں محمود الرشید، ملک تیمور مسعود، راجہ راشد حفیظ، جناب محمد عارف عباسی، محترمہ سعدیہ سہیل رانا، ڈاکٹر صلاح الدین خان، جناب محمد سبطین خان، محترمہ نبیلہ حاکم علی خان، ڈاکٹر مراد راس، جناب ظہیر الدین خان علیزئی، محترمہ ناہید نعیم، جناب وحید اصغر ڈوگر، جناب عبدالمجید خان نیازی، چوہدری مونس الہیٰ، سردار وقاص حسن مؤکل، جناب محمد صدیق خان، جناب آصف محمود، سید اعجاز حسین بخاری، ڈاکٹر نوشین حامد، جناب احمد خان بھچر، میاں محمد اسلم اقبال، محترمہ راحیلہ انور، جناب مسعود شفقت، جناب جاوید اختر، محترمہ شُنیلا رُوت، جناب خان محمد جہانزیب خان کھچی، میاں ممتاز احمد مہاروی، محترمہ ثمینہ خاور حیات، چوہدری عامر سلطان چیمہ، سردار آصف نکئی، محترمہ باسمہ چوہدری، جناب احمد شاہ کھگہ، ڈاکٹر محمد افضل، قاضی احمد سعید، خواجہ محمد نظام المحمود، سردار شہاب الدین خان، مخدوم سید مرتضیٰ محمود، رئیس ابراہیم خلیل احمد، محترمہ فائزہ احمد ملک، ڈاکٹر سید وسیم اختر۔ ان میں سے کٹوتی کی تحریک کون پیش کریں گے؟ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

MRS SAMINA KHAWAR HAYAT: Sir! I move:

"That the total amount of Rs.70,515,333,000/- on account of Demand No. PC-21013 "Police" be reduced to Re.1/-."

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"70-ارب51کروڑ53لاکھ33ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21013 "پولیس" کم کرکے ایک روپیہ کردی جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! I oppose it

جناب سپیکر: جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس مرتبہ تقریباً71-ارب روپے کا جو بجٹ پولیس کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی پچھلے پانچ سالوں میں 300-ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا تھا۔ اس میں پولیس کی کارکردگی اور کارنامے سب کے سامنے ہی ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کو میں خراج تحسین پیش کروں گی، جن کو میں salute کروں گی کہ جب دہشت گردی ہوتی ہے تو وہ پولیس کے جوان پہلے اپنی جانوں کی قربانی دیتے ہیں تو پھر وہ دہشت گرد عوام تک پہنچتے ہیں۔ اس کے برعکس انہی میں جو کالی بھیڑیں موجود ہیں۔ ان کالی بھیڑوں کو جنہیں سیاسی طریقے سے لایا جاتا ہے۔ جب کوئی ایس ایچ او تعینات کرانا ہو تو علاقے کا ایم پی اے اپنی مرضی سے اسے لے کر آئے گا۔ ان تعیناتیوں کو ختم کرنا چاہئے۔ یہ بجٹ ان forces کے لئے رکھیں جہاں پر ضرورت ہے۔ میں آپ کو یاد دلاتی چلوں شاید آپ کو یاد ہو کہ پٹرولنگ پولیس جو کہ چودھری پرویزالٰہی صاحب کے دور میں بنائی گئی تھی آپ آج بھی دیکھ لیں کہ وہی پٹرولنگ پولیس ہمارے کام آرہی ہے۔ ان کی سرخ عمارات کتنی خوبصورت ہیں۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے التماس اور تجویز ہے کہ پولیس تھانوں کے لال پیلے اور نیلے رنگ کو تبدیل کیا جائے تاکہ لوگ آسانی سے بلا خوف وہاں جائیں کہ یہاں ہمارے محافظ رہتے ہیں، لوگ تو ڈر کے مارے پولیس کی طرف نہیں جارہے۔ Lawlessness کا یہ حال ہے کہ عوام اپنی ذمہ داری خود لے رہی ہے۔ پولیس میں جو کالی بھیڑیں ہیں وہ ہرگز اس طرف توجہ نہیں دے رہیں۔

جناب سپیکر! کچھ عرصہ پہلے جناب اوریا مقبول کی سروے رپورٹ کے مطابق روزانہ صوبہ بھر میں اغواء برائے تاوان، ڈکیتی اور گاڑی چوری وغیرہ کی 13500 وارداتیں ہو رہی ہیں۔ یہ ریکارڈ ہے۔ ان کی FIRs کٹی ہوئی ہیں۔ ہم پھر ایسے لوگوں کے لئے اتنا پیسا مختص کر رہے ہیں کہ روزانہ حادثات اور دہشت گردی ہو رہی ہے۔ میرے colleague چودھری عامر سلطان چیمہ نے فرمایا کہ ان کے گھر میں دن دہاڑے ڈاکا پڑا۔ اگر ایک ممبر پنجاب اسمبلی کی ایک ڈیڑھ مہینے میں شنوائی نہیں ہو سکی تو پھر عام آدمی کو پولیس کیا ریلیف دے رہی ہو گی؟ لہذا نئی پالیسیاں بنانی پڑیں گی۔ ہم پولیس کو تو کہہ دیتے ہیں کہ

یہ پولیس والا اچھا انسان نہیں ہے، اس نے غلط کام کیا ہے اور اس نے پیسے لے کر FIR کاٹی ہے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ جو پالیسی بنانے والے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! ایک منٹ کے لئے رُکیں۔ رانا صاحب! صحافی حضرات کا کیا معاملہ ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کل ہمارے ایک صحافی بھائی جو اپنی ذمہ داری نبھا رہے تھے تو ان کے ساتھ جیل کے عملہ نے تجاوز کیا اور انہیں تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔ وزیر جیل خانہ جات ابھی یہاں پر موجود تھے، گیلری میں موجود ہوں گے ان کو بھیجیں وہ صحافی بھائیوں کو یقین دلائیں کہ جو بھی معاملہ ہوا ہے اس کی انکوائری کرا کے ذمہ داران کو سزا دی جائے گی۔ آپ اپوزیشن سے بھی ایک معزز ممبر کی ڈیوٹی لگا کر صحافی حضرات کو منانے کے لئے بھیجیں۔

جناب سپیکر: وزیر جیل خانہ جات، چودھری شفیق صاحب، رانا محمد ارشد صاحب اور اپوزیشن کی طرف سے سبطین خان صاحب جائیں اور صحافی حضرات کو منا کر لائیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! روزانہ دن دہاڑے پولیس تشدد ہو رہا ہے، میڈیا اس کو ہمیشہ highlight کرتا ہے۔ ہمارے میڈیا کے بھائی جو واک آؤٹ کر گئے ہیں، ہمیشہ یہی میڈیا عوام کی آواز بن کر پولیس تشدد T.V پر دکھاتا ہے۔

جناب سپیکر: کل والا کام پولیس کا نہیں ہے بلکہ کوئی اور بات ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہماری پولیس سے آٹھ گھنٹے سے زیادہ ڈیوٹی نہ لی جائے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گی کہ میری یہ تجویز لکھ لیں کیونکہ جب ان سے over and extend کام کرایا جاتا ہے تو شاید اس وجہ سے ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور وہ ہماری عوام کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں اور ناروا رویہ اختیار کرتے ہیں لہذا ان سے ڈیوٹی صرف آٹھ گھنٹے لی جائے جو کہ mention کی گئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گزشتہ پانچ سالوں میں پولیس مقابلوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے اور ماؤں کے لخت جگر مر رہے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ عدالتی کاموں کو عدالتوں کے سپرد کیا جائے، ہمیں اپنی عدالتوں پر بھروسہ ہے۔ پولیس کو کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ مقابلے کریں۔ اس شرانگیزی کے پیچھے کون سی forces ہیں ان سے پردہ ہٹایا جائے۔ یہ بھی وہی point ہو گیا کہ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی لیں ورنہ وہ تشدد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ پولیس کی گاڑیوں کی حالت دیکھیں، میرے بہن بھائی یہاں موجود ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ پولیس کی گاڑیوں کے کیا حالات ہیں؟ کسی چور ڈاکو کو پکڑنا ہو جیسا کہ میں نے کیا تھا، میرے گھر کے باہر لڑکے فائرنگ کر رہے تھے اور لڑکیوں کا پرس چھین رہے تھے تو پولیس کی گاڑی وہاں موجود نہیں تھی۔ میں اپنے گارڈز کے ہمراہ ان ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگی۔ میں نے اپنی تیز رفتار گاڑی سے چور اور ڈاکوؤں کو جنہوں نے فائرنگ کر کے لوگوں کو زخمی کیا انہیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا۔ پولیس کی گاڑی اس وقت آئی جب میں زخمیوں کو ہسپتال میں first aid دلا چکی تھی، میڈیا کی ساری ٹیم وہاں پر موجود تھی اور پھر میں ایف آئی آر لکھوانے کے لئے لبرٹی تھانہ میں گئی۔ ہماری پولیس کا حال یہ ہے کہ ان کے ایس ایچ او مجھے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس گاڑی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ جو ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں موجود ہیں براہ مہربانی ان کی مرمت کرائی جائے اور اچھی حالت میں لایا جائے۔

جناب سپیکر: کیا ان گاڑیوں کی ایک روپے میں مرمت ہو جائے گی؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ ایک طریق کار اور rule ہے جسے ہم نے follow کرنا ہے۔ اس کے بعد میں اسلحہ کی بات کرتی ہوں کہ ٹریفک وارڈنز کی سیٹیں جو پرویز الٰہی صاحب کے دور میں announce کی گئی تھیں۔ ان وارڈنز کے پاس اسلحہ ہوتا تھا، آج ان سے اسلحہ لے لیا گیا ہے بلکہ پچھلے پانچ سالوں سے ان سے اسلحہ واپس لے لیا گیا ہے۔ وہ اسلحہ حفاظت کے لئے انہیں دیا گیا تھا۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: Order in the House ایسا نہ کریں اور ان کو بات کرنے دیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب کے دور میں ٹریفک وارڈنز کو اسلحہ دیا گیا تھا، اس کے بعد جب نئی پنجاب حکومت آئی تو انہوں نے اسلحہ واپس لے لیا۔ میں یہاں یاد کراؤں گی کہ سری لنکا کی ٹیم پر لبرٹی چوک پر حملہ ہوا تھا۔ سری لنکا کی ٹیم ہمارے پاس مہمان تھی جب اس پر حملہ ہوا تو وہ ہمارے ٹریفک وارڈنز ہی تھے جو first aid کی طرح وہاں پر موجود تھے لیکن ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ شہید ہو گئے اور پھر وہی پولیس بعد میں آئی لہذا پولیس نالائق اور نکمی ہو چکی ہے۔ یہاں ایلیٹ لوگوں کے لئے ایلیٹ فورسز بنائی گئی ہیں، غریبوں کے لئے ایلیٹ فورس نہیں ہے۔ آج 27 ایلیٹ فورس کی گاڑیاں جاتی امراء کے باہر گشت کر رہی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! کوئی بات نہیں یہ بولتے رہیں، آپ میری طرف متوجہ رہئے کیونکہ آپ Custodian of the House ہیں۔

(اس مرحلہ پر صحافی واک آؤٹ ختم کر کے پریس گیلری میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: Welcome back۔جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پریس کی ٹیم کو welcome کرتی ہوں۔ یہ ہماری وہ ٹیم ہے جو ہمیشہ اس حکومت پنجاب کا پردہ فاش کرتی ہے۔ ہماری یہی پریس پولیس کے کارنامے ٹیلیویژن پر لے کر آتی ہے اور یہی پریس ہے جو انصاف کرے گی کہ آج حکومتی بنچوں کا اپوزیشن کے ساتھ کیا سلوک ہے لیکن آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ ہماری طرف سے کوئی بدتمیزی ہو گی۔

جناب سپیکر: اب آپ relevant ہو جائیں۔(قطع کلامیاں)

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس ایوان کو مچھلی منڈی نہ بنائیں۔ اگر ایک معزز ممبر اسمبلی میں کھڑا ہو کر اپنی بات کرنا چاہ رہا ہے تو اُس کو بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

MR SPEAKER: Order in the House. No cross talk and be careful.

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جب بھی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتا ہے تو روزانہ کی بنیاد پر اس طرح کی cross talk ہوتی ہے۔ آپ ایوان کے Custodian ہیں اس لئے آپ کی ذمہ داری میں یہ چیز شامل ہے کہ آپ اِن کو کم از کم اتنا ضرور بتائیں کہ cross talk نہیں ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وہ خاموش ہو گئے ہیں۔ اب آپ اُن کو بات کرنے دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جو معزز ممبر بول رہا ہو اُس کو بات کرنے دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، بالکل سننا چاہئے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! اِن کو بھی ضرور بولنا چاہئے لیکن اپنی باری پر بولیں۔

جناب سپیکر: جی، سننے کی ہمت رکھنی چاہئے۔ میں خواتین ممبران سے کہوں گا کہ cross talk نہ کیا کریں اور مجھے مجبور نہ کریں۔ مہربانی۔ جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! اشتہاریوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے obviously اندھے قتل کی وارداتوں اور ڈکیتیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دو لاکھ سے زائد اشتہاری پنجاب بھر میں دندنا رہے ہیں جن کو پکڑنے کے لئے ایک ایسی force

تیار کی جائے جو صرف اُن کو پکڑنے کے لئے ہی ہو۔ پولیس میں ان افراد کی تعیناتیاں ضرور ہونی چاہیئں جو deserve کرتے ہوں۔ پولیس اہلکاروں کی تعیناتی میرٹ پر ایسے کی جائے کہ انہوں نے ایسے اشتہاریوں کو پکڑنا ہے۔ کیا فائدہ ہے کہ ہماری بے چاری عوام ڈری بیٹھی ہے اور اپنے گھروں کے باہر خود ہی حفاظتی تدابیر کر رہی ہے جبکہ پولیس اور کالی بھیڑیں اپنے افسران بالا کی ہدایات پر چل رہی ہیں۔ وہ پولیس بھیڑیں جن کو valuable کیا جا رہا ہے کہ ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان اپنی مرضی سے DPO's اور SHO's کی تعیناتی کرا رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ میری یہی درخواست ہے کہ جو پیسا مختص کیا گیا ہے اُن لوگوں پر استعمال کیا جائے جو deserving ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں آخر میں conclude کرتے ہوئے اُن پولیس والوں کو salute پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کے باہر ہمارے محافظ بن کر کھڑے ہیں اور اپنی پولیس والی بہنوں کو بھی سلام پیش کرتی ہوں جو اس گرمی میں اپنی ڈیوٹی پیش کر رہی ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے یہ فنڈ استعمال کیا جائے مگر block allocation نہ کی جائے اور اپنی مرضی اور من مانیوں سے استعمال نہ کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، جمہوریت کے مطابق ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ حکومت کا خزانہ ہے، کسی بادشاہ کے محل کے خزانے نہیں ہیں بلکہ یہ عوام کے ٹیکس کا دیا ہوا پیسا ہے لہذا اس کو ایک طریقے کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ شکریہ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ Order please, Order in the House اُدھر سے کسی کا مائیک نہ کھولا جائے۔ جی، میاں محمد اسلم اقبال صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: شکریہ۔ جناب سپیکر! کسی بھی مہذب معاشرے کے اندر جب ادارے بنائے جاتے ہیں تو اُن کا مقصد کیا ہوتا ہے---

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کی معزز خواتین ممبران کی طرف سے مداخلت)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کیا کر رہی ہیں؟ کسی بات پر کچھ سوچیں۔ جی، میاں صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے[**********]

جناب سپیکر: میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔ آپ ایسے نہ بولیں۔ میاں محمد اسلم اقبال صاحب! میں نے آپ کو floor دیا ہے اور آپ نے ایسے ہی اُن کو کھڑا کر دیا ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کی معزز خواتین ممبران احتجاجاً اپنی اپنی نشستوں سے کھڑی ہو گئیں)

جناب سپیکر: جی، آپ کی مہربانی۔ ایسے ماحول کو خراب نہ کریں۔ انہوں نے جو غلط remarks دیئے ہیں اُن کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے کیونکہ وہ cross talk تھی۔

جناب محمد وحید گل: جناب سپیکر! یہ ممبر اپنے الفاظ پر معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ cross talk تھی اور میں نے انہیں floor نہیں دیا تھا۔ ان کے الفاظ کارروائی کا حصہ نہیں بن سکتے۔

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: انہوں نے انتہائی غلط بات کی ہے لہذا انہیں اپنے الفاظ واپس لینے چاہیئں۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ان کے الفاظ کارروائی کا حصہ نہیں بن سکتے۔ میں نے اُن کو پوائنٹ آف آرڈر دیا ہے اور نہ یہ کارروائی کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مہربانی کریں۔ آپ ماحول خود ہی خراب کرتے ہیں جو کہ اچھی بات نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کی معزز خواتین ممبران کی طرف سے "گو، گو" کی نعرہ بازی)

جناب شہزاد منشی: جناب سپیکر! یہاں خواتین کے تقدس کو پامال کیا گیا ہے لہذا انہیں اپنے الفاظ واپس لینے چاہیئں۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے ان مطالبات زر کو منظور کروانا ہے؟ آپ کی مرضی ہے۔ مہربانی کر کے ایوان کو in order رہنے دیں۔ ایسا نہ کریں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، اِدھر اپوزیشن لیڈر پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔ کسی بات کا خیال کریں۔ بڑی مہربانی۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ایوان میں بیٹھے تمام ممبران بھائیوں اور بہنوں سے گزارش کروں گا کہ ایوان کے ماحول کو خراب نہ کیا جائے۔ اگر اِدھر سے کوئی غلط بات کی گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ قابل ستائش نہیں ہے لہذا اس طرح کی بات نہ کی جائے جس سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوں۔ اسی طرح میں حکومتی بنچوں پر بیٹھی اپنی بہنوں سے بھی گزارش کروں گا کہ جب کوئی ممبر بات کر رہا ہو تو درمیان میں بار بار interruption نہ کی جائے۔ جب ممبران بات کر رہے ہوتے ہیں تو ہماری حکومتی بنچوں پر بیٹھی خواتین ممبران کی طرف سے بار بار آوازے کسے جاتے ہیں، یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے۔

محترمہ فرزانہ بٹ: پہلے سے ہو رہا ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): میری یہ گزارش ہے کہ اگر پہلے سے ہو رہا ہے تو اب نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں نئی روایات کو جنم دینا ہے، ہمیں شائستہ اور سلجھے ہوئے طریقے سے ایک دوسرے کی بات سننے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ بھی کچھ خیال کریں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ مجھے اپوزیشن لیڈر کی بات سننے دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اپوزیشن سے P.T.I کی خواتین ممبران اور دوسرے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ ایک صوبر انداز میں بات کرنی چاہئے کیونکہ یہ ساری کارروائی عوام میں جا رہی ہے اور صحافی دیکھ رہے ہیں جس سے کوئی اچھا message نہیں جا رہا۔ آپ کھل کر بات کریں مگر اپنی turn پر کریں۔ جب کوئی ممبر بات کر رہا ہو تو interruption نہیں ہونی چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں نے پچھلے دس دن سے یہ دیکھا ہے اور اب بھی آپ دیکھیں کہ میری بات میں دوسری طرف سے مسلسل interruption ہو رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس چیز کو ہمیں روکنا ہوگا۔ اگر یہ نہیں رُکے گی، اسی طرح سے interruption جاری رہے گی، اپوزیشن کے لوگوں کو بات نہیں کرنے دی جائے گی، درمیان سے آوازیں کسّی جائیں گی اور نعرے لگائے جائیں گے تو پھر یہ

ایوان نہیں چل سکے گا لہذا میری دونوں اطراف سے یہ گزارش ہے کہ اس ماحول کو سنجیدگی کے ساتھ ہم آگے بڑھائیں اور اس طرح کی بات نہ کریں۔ جو اس ایوان کی عزت میں کمی کا باعث بنے، یہ ہمارے شایان شان نہیں ہے۔ ادھر سے اگر کوئی بھی غلط بات ہوتی ہے تو میں انشاء اللہ ensure کروں گا کہ آئندہ کوئی اس طرح کی غلط بات نہ ہو جس سے آپ لوگوں کے جذبات مجروح ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب گنجائش نہیں ہے اس لئے مہربانی کر کے معزز ممبران اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ایک منٹ رانا صاحب! میری بات سنیں۔ تمام معزز ممبران ان باتوں پر دھیان دیں۔ آپ کی مہربانی ہے۔ چیمہ صاحب! دیکھیں میں آپ کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن آپ نے بغیر پوائنٹ آف آرڈر لئے اس قسم کی بات کی ہے جس سے تمام خواتین نے ایک دم جس طرح سے اسے محسوس کیا ہے تو آپ کو اس پر افسوس کرنا چاہئے۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "معافی مانگیں" کی آوازیں)

جناب سپیکر: معافی مانگیں، معافی مانگیں ورنہ میں اپوزیشن لیڈر سے کہوں گا۔ آپ نے یہ بات اچھی نہیں کی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! Point of personal clarification

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! آپ میرے ان الفاظ کو دیکھیں تو ان میں کوئی ایسا لفظ شامل نہیں ہے جس سے اس معزز ایوان کے کسی ممبر کی تذلیل ہوئی ہو۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: وہ تو ریکارڈ کا حصہ نہیں بن سکا اور میں نے ریکارڈ کا حصہ نہیں بننے دیا لیکن You should be careful. چیمہ صاحب! یہ آپ کی بہنیں ہیں اور آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں؟ میں ایسے نہیں کرنے دوں گا اور اپنا فیصلہ دوں گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے چیمہ صاحب کے الفاظ اپنے کانوں سے سنے ہیں۔ انہوں نے خواتین ممبران کے متعلق جو بات کی ہے تو ان کی بیگم بھی ایوان کی ممبر رہ چکی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گھروں سے تنگ آ کر یہاں پر خواتین آ جاتی ہیں تو ان کی بیگم صاحبہ بھی گھر سے تنگ آ کر دو دفعہ ایوان میں ممبر رہی ہیں اور اس کے بعد اس دفعہ balloting میں ان کا نام نہیں آ سکا ورنہ گھر سے تنگ آ کر وہ پھر اس ایوان کی ممبر ہوتیں۔۔۔

جناب سپیکر: اس پر میں افسوس ہی کر سکتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! اس طرح کے الفاظ انہیں زیب نہیں دیتے۔۔۔

جناب سپیکر: میں اور اپوزیشن لیڈر صاحب اس بات پر افسوس کر رہے ہیں۔ دیکھیں، انہیں اس کا خیال کرنا چاہئے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! چیمہ صاحب سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور ان سے اس قسم کی cheap publicity لینے کی کوشش کرنا زیب نہیں دیتا لہٰذا انہیں معافی مانگنی چاہئے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپوزیشن لیڈر صاحب کی بات کو appreciate بھی کرنا چاہوں گا اور انہیں اس بات کا یقین بھی دلانا چاہوں گا کہ جس سنجیدگی کے ساتھ اس ایوان کی کارروائی کو چلانے کی بات انہوں نے کی ہے تو یہ بات بہت appreciable ہے۔ انشاء اللہ اگر ان کا instance بھی رہا تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپوزیشن کی طرف سے جب کوئی ممبر گفتگو کرتے ہیں تو ہم انہیں اپنی طرف سے باور کروائیں گے اور سمجھائیں گے کہ کسی بھی اپوزیشن کے ممبر کو جب وہ ایوان میں گفتگو کر رہا ہو تو اسے interrupt نہ کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس ایوان کا ماحول کچھ عرصے سے ایسا چلتا رہا ہے کہ اگر میں یہ بات کہوں گا کہ تھوڑا سا female dominated تھا تو اس کی وجہ سے تھوڑا بہت ایک تلخی کا ماحول ہے۔ جس وقت محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ بات کر رہی تھیں تو اس وقت مداخلت زیادہ ہو رہی تھی لیکن اپوزیشن لیڈر صاحب نے بات کی تو ان کی بات کو سب نے سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عامر سلطان چیمہ صاحب نے جو بات کی ہے، جب وہ بات اس معزز ایوان کی کارروائی کا حصہ ہی نہیں بنی، اسے معزز ممبران نے سنا اور

اس پر اپنا اظہار خیال بھی کر دیا۔ جب اس بات کو اپوزیشن لیڈر نے endorse نہیں کیا تو میرا خیال ہے کہ اس پر اب further بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کریں گے کہ ایوان کا ماحول اسی طرح باوقار طریقے سے آگے چلتا رہے۔

جناب سپیکر: دونوں کی بڑی مہربانی۔ بہت اچھی بات ہے۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! پولیس کے بجٹ کے حوالے سے بات کرنے کا جو مجھے یہاں پر موقع فراہم کیا گیا ہے تو میں اس حوالے سے چند گزارشات آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ گزارش یہ ہے کہ کسی بھی مہذب معاشرے کے اندر ادارے بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں پر جو لوگ اس ملک کے اندر رہ رہے ہیں، زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں نہ کہ ان کے لئے مشکلات پیدا کی جائیں۔ ہمارے ملک کے اندر بھی پولیس کا ادارہ بنانے کا مقصد یہی تھا کہ یہاں پر قانون کی حکمرانی اور بالادستی کو قائم رکھنے کے لئے پولیس کے ذریعے معاشرے کے اندر امن وامان بھی ہوتا کہ جو لوگ یہاں پر زندگی گزار رہے ہیں وہ بہتر انداز میں اپنی زندگی کو enjoy کر سکیں۔ اگر ہم اپنے پولیس کے سسٹم پر نظر دوڑائیں تو وقتاً فوقتاً اس سسٹم کے اندر تبدیلیاں کی گئیں۔ ہر حکمران آتا ہے اور اس میں اپنے مطلب کی تبدیلیاں کرواتا ہے اور تبدیلیاں کروانے کے بعد پولیس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہا ہے۔ تاریخ بھی یہی بتاتی ہے اور موجودہ حالات بھی اسی طرح کے ہیں کہ پولیس کو جب کسی حکمران نے اپنے ذاتی مقاصد کے لئے اور اپنی سیاست کے لئے استعمال کیا تو اس کے نتائج بہتر نہیں مل سکے۔ اس سے عوام کو وہ ریلیف نہیں مل سکا جس ریلیف کی عوام توقع کرتی تھی۔ وہ انصاف نہیں مل سکا جس انصاف کی ایک جمہوری معاشرے کے اندر رہتے ہوئے کوئی بھی فرد اس کی تمنا کرتا ہے۔

جناب سپیکر! ہم پولیس کے نظام کو دیکھیں اور اس کے بجٹ کو دیکھیں تو پچھلے ادوار میں بھی بجٹ بہت زیادہ رکھا گیا۔ بہت اچھی بات ہے، ہونا چاہئے۔ کوئی شک نہیں اسے اپ گریڈ کرنا چاہئے اور بہتر کرنا چاہئے کیونکہ اس ملک کے اندر جب تک امن وامان کی صورتحال بہتر نہیں ہوگی تو باہر سے کوئی investor نہیں آئے گا اور کوئی investment نہیں کرے گا۔ کوئی اس ملک میں نہیں آئے گا اور ہر کسی کو اپنے بچے کا مستقبل خدانخواستہ اس لحاظ سے بہتر نہیں لگتا کہ پولیس کا سسٹم اور ملک کے اندر امن وامان کی صورتحال بہتر نہ ہو۔ پچھلے پانچ سالوں میں بھی پولیس کا بجٹ رکھا گیا اور بجٹ رکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ اس کے نتائج کس طرح سے ہمارے سامنے ہیں۔ اس بجٹ رکھنے کے بعد پولیس اور معاشرے کے اندر کیا تبدیلی آئی ہے؟ اگر ہم اس کے اوپر نظر دوڑائیں تو آپ دیکھیں گے کہ جیسے جیسے

آپ پولیس کا بجٹ زیادہ کر رہے ہیں ویسے ویسے crime ratio زیادہ ہو رہی ہے۔ انہی کے ڈیپارٹمنٹ کی figures کے اوپر ان کے ڈیپارٹمنٹ سے جو لی گئی ہیں، اگر نظر دوڑائیں تو 2011 کے اندر، میں زیادہ پیچھے نہیں جاؤں گا کہ 2011 کے اندر قتل کی وارداتیں 602 تھیں، multiple قتل 21 تھے، A.T.A-7 والے قتل سات تھے، اغوا برائے تاوان کے 51، دہشت گردی کے دو واقعات ہوئے، بنک ڈکیتی کے 12 اور ڈکیتی کی وارداتیں 274 ہیں۔ یہ صرف لاہور کی crime figures کے بارے میں بات کر رہا ہوں جو لاہور کے اندر ہوئی ہیں۔ Car snatching کی 126، موٹر سائیکل چھیننا 635، کار چوری 1602، موٹر سائیکل چوری 5464 اور دیگر جن میں موٹر سائیکلیں، گاڑیاں وغیرہ 557 اور ڈکیتی کی 50 وارداتیں ہوئیں۔ اگر ہم اسے 2012 میں دیکھیں تو اس سے بھی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے کہ پولیس کا بجٹ زیادہ ہونا چاہئے۔ میں اس چیز کو support کرتا ہوں لیکن گزارش یہ ہے کہ اس کے results بھی دیکھے جائیں کہ کیا اس کے ثمرات نیچے عوام تک بھی آ رہے ہیں یا نہیں؟ میں اس چیز کو endorse کرتا ہوں کہ اس دہشت گردی کے دور کے اندر پولیس کی بڑی قربانیاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس افسران نے اس ملک کے لئے اور ان لوگوں کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان کالی بھیڑوں کی نشاندہی کرنے کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے پولیس کا محکمہ اور حکومت پوری دنیا میں بدنام ہو رہی ہے۔ کسی نیک اور اچھے افسر کی نیک نیتی پر کوئی شک نہیں ہے لیکن اس افسر کی نیک نیتی پر ضرور شک ہے جو اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتا ہے اور اپنے کسی boss اور سیاسی آدمی کو خوش کرنے کے لئے لوگوں کے اوپر جھوٹے پرچے درج کرواتا ہے۔ لوگوں کو اتنا تنگ کیا جاتا ہے کہ کوئی شریف آدمی تھانہ کے پاس سے گزرنا پسند نہیں کرتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے پولیس کا جو سسٹم تھا۔ وہ آج کے سسٹم سے ذرا مختلف تھا۔ محکمہ پولیس میں ہر تھانے کی سطح پر بیٹ آفیسر ہوا کرتے تھے جو اپنے اپنے علاقے کی بیٹ کیا کرتے تھے۔ انہیں پتا ہوتا تھا کہ اس علاقے میں کون سا بندہ نیا آیا ہے، کون سا بندہ چودھری ہے، کون سا بندہ جرم کرتا ہے اور کون سا بندہ پولیس کی مدد کرتا ہے۔ وہ تمام ڈیٹا ہر وقت تھانے کے اندر موجود ہوتا تھا اور وہ پولیس آفیسر اس کا responsible ہوتا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کو اس ڈیوٹی سے ہٹا دیا گیا۔ آج بھی کاغذوں کے اندر وہ ڈیوٹی موجود ہے اس علاقے کا بیٹ آفیسر ہے لیکن

اس کے پاس ڈیٹا نہیں ہے کہ اس علاقے میں کون نیا بندہ آ کر رہ رہا ہے؟ جیسا کہ آج کل دہشت گردی کا زمانہ چل رہا ہے ہمیں یہ پتا ہی نہیں ہے کہ ہمارے ہمسائے میں کون نیا بندہ آ کر رہ رہا ہے کیونکہ ہم نے پولیس سے جو ڈیوٹی لینی تھی اس کو اس سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے۔ ہم نے پولیس کو پروٹوکول کی ڈیوٹیوں پر لگا دیا ہے۔ ہم پولیس کو اس مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ اگر ایک بندہ الیکشن ہار گیا ہے اور ایک جیت گیا ہے تو جیتنے والا اپنے مخالف پر جب تک جھوٹے پرچے نہ کروالے، ہسپتال سے جھوٹا ملاحظہ کروا کر اس پر پرچہ نہ کروالے اس وقت تک اس کو سکون نہیں ملتا۔ گزارش یہ ہے کہ ہم پولیس کو دوبارہ اسی طرز پر reorganize کریں اور اس کی جو اصل ذمہ داری ہے اس کے لئے اس کو جوابدہ کریں۔ آپ کسی ضلع کے اندر کوئی اچھا آفیسر لگاتے ہیں تو اس کو اختیارات دیں، اس کو چیف منسٹر اور اسمبلی کی طرف سے ہدایت ہو کہ وہ کسی کا بھی ناجائز سیاسی پریشر قبول نہ کرے۔ میں ابھی کرائم رپورٹ پر بھی بات کرنا چاہوں گا کہ پروٹوکول کے حوالے سے اخبارات کی ایک خبر ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں گے تو میں اس کو ضرور پڑھوں گا کیونکہ سارے لوگ اس کو پڑھ چکے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ اس ملک کے موجودہ حکمران، چاہے وہ ملک کے ہیں یا صوبے کے، ان کی یہاں figures دی ہوئی ہیں۔ وہ عوام جس کے خون پسینے کی کمائی سے تنخواہیں دی جاتی ہیں اور اس ملک کا سسٹم چل رہا ہے اس عوام کے ساتھ کتنی ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس رپورٹ میں ہے کہ 240 کمانڈوز اور 1120 اہلکار وزیراعظم صاحب کے لئے رکھے گئے ہیں کہ انہوں نے ان کی حفاظت کرنی ہے۔ 95 کمانڈوز اور 840 پولیس اہلکار صوبے کے سربراہ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ میں خدانخواستہ تنقید نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں یہ بات کر رہا ہوں کہ ہم نے جس مقصد کے لئے پولیس ملازمین کو بھرتی کیا ہے ان سے وہی کام لئے جائیں نہ کہ ان سے وہ کام لئے جائیں جو ان کی ڈیوٹی ہی نہیں بنتی۔ ہم ان سے وہ کام لے رہے ہیں ان کی جو ڈیوٹی کبھی نہیں تھی اور ہم پولیس کو اپنی ذاتی protection کے لئے بھرتی کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر نام نہیں لینا چاہتا لیکن اس اخبار میں total details دی گئی ہیں۔ حکومتی بنچ یہ نہ سمجھے کہ میں یہاں پر تنقید کر رہا ہوں، میں صرف یہ بات کر رہا ہوں کہ پولیس کو جس مقصد کے لئے بھرتی کیا جاتا ہے اسی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔

جناب سپیکر! اب میں تھانوں کی حالت زار پر بات کرنا چاہوں گا۔ ہم اتنا پیسا رکھتے ہیں ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس پیسے کا trickle down کیا آ رہا ہے؟ ہم پولیس سے رزلٹ کی بات کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہئے کیونکہ غریب عوام اپنے خون پسینے کی کمائی اور ٹیکس سے ان کا سسٹم چلا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات کرنی بھی بہت ضروری ہے کہ ہم پولیس کے لئے جو پیسا رکھ رہے ہیں کیا وہ

نیچے تھانوں تک جا رہا ہے یا نہیں جا رہا ہے؟ اب تھانوں کی حالت زار دیکھیں کہ ان کے پاس بیٹھنے کے لئے فرنیچر نہیں ہے اور ان کو کرائے کے چھوٹے چھوٹے مکان لے کر دے دیئے گئے ہیں۔ ہم ان کو انسانوں کی طرح treat کریں اور ہم اس کو بھی دیکھیں کہ ایک انسان کا گرمی میں کیا رویّہ ہوتا ہے؟ میں اس لئے یہ بات کر رہا ہوں کہ تنقید اپنی جگہ پر ہے لیکن جب تک ہم اصلاح کا پہلو نہیں نکالیں گے تو یہ بات پوری نہیں ہو گی۔ ہم یہاں پر روڑے اور اینٹیں مارنے کے لئے نہیں بیٹھے ہوئے ہیں کہ پولیس ہی خراب ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ ہم میں بھی غلطیاں ہیں اور ہمیں ان غلطیوں کی اصلاح کرنا پڑے گی۔ اگر ہم اپنی غلطیوں کی اصلاح نہیں کرتے تو پھر ہم پولیس کو الزام نہ دیں۔ میں ان کا یا حکومت کا spokesman نہیں ہوں لیکن میں یہ بات کر رہا ہوں کہ ہم ان کو پورے اختیارات دیں اور ان کے لئے بیٹھنے کی صحیح جگہ دیں۔ جو بجٹ ہم اُن کے لئے رکھ رہے ہیں اس بجٹ کا trickle down effect ہونا چاہئے۔ ہوتا یہ ہے کہ آپ تھانوں کے لئے بجٹ رکھ لیتے ہیں وہ نیچے تک نہیں جاتا۔ کسی ضلع کا کرپٹ آفیسر آ کر لگ جاتا ہے اور وہ پیسا نیچے نہیں جانے دیتا۔ وہ تھانے کے کرپٹ ایس ایچ او کو کہتا ہے کہ اپنی جیب سے اس تھانے کا پینٹ کراؤ، اس علاقے کے ایم پی اے، ایم این اے، ناظم یا کونسلر کی جیب سے اس تھانے کی حالت زار ٹھیک کراؤ اور اس گاڑی کو ٹھیک کراؤ جس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ پیسا آپ ضرور رکھیں لیکن اوپر والی سطح پر بے شمار کرپشن ہے جس کی وجہ سے اس کا trickle down effect نہیں ہو رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر ماڈل تھانوں کی بات کی گئی۔ ہم سیاسی آدمیوں کو سارا دن کیا فون آتے ہیں؟ میاں صاحب میری ڈکیتی ہو گئی ہے اور میرا پرچہ درج نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میری موٹر سائیکل یا گاڑی چوری ہو گئی ہے۔ ہم کن ماڈل تھانوں کی بات کر رہے ہیں اور کس معاشرے کی بات کر رہے ہیں؟ یہاں پر ایک پرچہ کروانے کے لئے اس غریب آدمی کو نہ جانے کون کون سی سفارشیں چاہئے ہوتی ہیں۔ پھر تھانوں کے اندر جو نااہل ایس ایچ او لگائے ہوتے ہیں ان کی بات بھی سن لیں۔ وہ آ کر دفتر میں کہتے ہیں کہ میاں صاحب ذرا مہربانی کریں اس کو کہیں کہ ڈکیتی کا پرچہ نہ کروائے بلکہ چوری کا پرچہ کروا لے یا براہ راست اس کو کہیں گے کہ چوری کا پرچہ کروا لو۔ جب عوام کی بات ان تھانوں میں نہیں سنی جاتی تو پھر اتنا بجٹ رکھنے کا کیا فائدہ ہے، پھر کیا فائدہ ہے کہ عوام کے خون پسینے اور دن رات کی کمائی اُن کی جھولی میں ڈال دیں؟ (نعرہ ہائے تحسین)

یہاں پر پولیس کو ہمیشہ اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ہوتا رہا ہے اور یہ ہو رہا ہے۔ الیکشن کے دن ہوں، اس سے پہلے کے دن ہوں یا بعد کے دن ہوں۔یہاں اپنی پسند کی posting کرائی جاتی ہے۔ جس کسی پولیس آفیسر نے کسی اپوزیشن کے بندے کو جتنا کٹاپہ لگایا ہوتا ہے اس کو اتنی بڑی posting دی جاتی ہے اس لئے کہ اس نے حکومت کا سر اونچا کرنے کے لئے اور اپوزیشن کا سر نیچا کرنے کے لئے بڑا اہم کردار ادا کیا ہوتا ہے۔ ہم تو لاہور شہر کی بات کرتے ہیں ورنہ دیہاتوں میں تو کوئی حالات ہی نہیں ہیں۔ ہم تو اس شہر کی بات کرتے ہیں جہاں ہر بندے نے اپنی جیب میں کسی ایم پی اے، ایم این اے کا فون نمبر رکھا ہوتا ہے اور وہ ایک منٹ میں فون بھی کروا دیتا ہے۔اس دیہات کے علاقوں کو سمجھیں، آپ کا تعلق بھی دیہاتی علاقے سے ہے۔ وہاں پر ایک آدمی تھانے میں انصاف لینے جاتا ہے کیا اس کو انصاف ملتا ہے؟ کبھی نہیں ملتا۔ وہ ایڑیاں رگڑتے ہوئے مر جاتا ہے لیکن اس کو انصاف نہیں ملتا۔ خدانخواستہ اگر اس کے گھر کوئی قتل کی واردات ہو جائے تو وہ تفتیش اس معیار کی ہی نہیں ہوتی جس معیار کی وہ کروانا چاہتا ہے۔ روزانہ ہمارے دفاتر میں ضلع سے باہر کے لوگ آکر گزارشات کر رہے ہوتے ہیں کہ جناب ہمارا قتل ہو گیا ہے مہربانی کریں ہمیں انصاف دلا دیں۔ ہم تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسی کو انصاف دلا سکیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب ہمارے حکمرانوں نے پولیس کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہے تو پھر ہم ان کو انصاف نہیں دلا سکتے۔

جناب سپیکر! ایک واردات ہوتی ہے، پرچہ درج ہو جاتا ہے اور اس کے بعد investigation ہوتی ہے۔ یقین کریں کہ پہلے پرچہ کروانے میں اس کا زور لگتا ہے پھر اس کے بعد اس کو دوسرے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پہلے وہ پرچہ کروانے کے لئے روتا رہتا ہے پھر وہ انصاف لینے کے لئے Investigation Officer کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں اسے انصاف نہیں ملتا۔ تھانوں میں کوئی حالات نہیں ہیں۔ اگر ملزم پکڑ لئے جاتے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور اگر کسی کے ساتھ رعایت کر دی گئی تو اس کو جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ وہ وہاں سے ایک بڑا مجرم اور ڈکیت بن کر باہر نکلتا ہے۔ جیلیں کوئی اصلاح گاہ نہیں ہیں بلکہ وہ ٹریننگ سنٹر ہیں۔ بڑے بڑے مگرمچھ موبائل فون سے ان جیلوں سے بھتا وصول کرتے ہیں اور سارا کام بھی کرتے ہیں۔ یہ سرعام ہمارے معاشرے کے اندر ہو رہا ہے اور پچھلے دنوں آپ نے دیکھ بھی لیا ہے۔ وزیر صاحب جیل گئے اور ان کے ساتھ کیا سلسلہ ہوا سب نے دیکھ لیا ہے۔ ایک عام آدمی کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہم صرف good governance کی بات کر رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ 2002 سے 2007 کے درمیان رانا ثناء اللہ صاحب جب یہاں کھڑے ہو کر

بولا کرتے تھے تو بات good governance کی کیا کرتے تھے۔ میں آج آپ کی وساطت سے ان سے پوچھتا ہوں کہ good governance اب کہاں گئی، اب کیوں نہیں نظر آ رہی؟ ہم نے اب کون سا سسٹم ٹھیک کر لیا ہے، ہم نے اب کون سا پولیس کا محکمہ ٹھیک کر لیا ہے، اب ہم نے کون سا اس طرح کا سسٹم بنالیا ہے کہ جب ایک آدمی تھانے میں جاتا ہے اور جانے کے بعد اس کا پرچہ بھی درج ہوتا ہے، اس کے ملزم بھی پکڑے جاتے ہیں اور اس کی recovery بھی ہوتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے؟ پولیس آفیسر خود انہیں کہتا ہے کہ آپ ڈکیتی کا پرچہ نہ کروائیں جب شناخت ہو گی تو وہ آپ کو دیکھ لے گا اور آپ کو مار دے گا۔ وہ ان کو ڈراتا ہے اور ڈرانے کے بعد اس کا پرچہ درج نہیں کرتا۔

جناب سپیکر! آج میرا یہ سوال ہے کہ اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر تنقید تو کی جاتی ہے لیکن آج وہ تنقید کرنے والے حکومت کا حصہ ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ آج پولیس کی جو حالت زار ہے اور پولیس عوام کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہے آج انہیں نہیں پتا کہ good governance کیا ہوتی ہے؟ اس وقت good governance کا بتایا جاتا تھا۔ Good governance والے بتائیں کہ کیا لوگ ڈر کے مارے رات گیارہ بجے کے بعد گھروں سے نکلتے ہیں؟ لاہور کی تین بڑی سڑکوں کے علاوہ ہر حصہ کے اندر بے انتہا کرائم ہوتا ہے، کوئی بندہ گھر سے نہیں نکلتا، قتل، ڈکیتی، اغواء برائے تاوان کی وارداتیں سر عام ہیں اور کوئی شریف آدمی تھانے میں جا کر یہ نہیں بتاتا کہ میرا بچہ اغواء ہو گیا ہے، وہ باہر باہر سے اس کا فیصلہ کروا کر پیسے دیتا ہے۔ میں یہاں پر تھوڑی سی figures بھی بتانا چاہوں گا کہ اغواء برائے تاوان کی وارداتیں جو درج ہی نہیں ہیں اس حوالے سے پولیس افسران ہم سے بات کرتے ہیں کہ میاں صاحب پرچہ درج نہ کراؤ۔ اگر اس نے کوئی چیز یا تاوان مانگا ہے تو باہر اس کے ساتھ مک مکا کر کے اپنے گھر کے بندے کی حفاظت کرو۔ کتنے بچے اغواء ہوئے کتنے مل گئے، کسی کا یہاں پر ریکارڈ ہے؟ میرے پاس یہ ریکارڈ موجود ہے کہ اگر کوئی شہری یہاں سے اغواء ہو گیا ہے تو اس کے بعد وہ بازیاب نہیں ہوا، اگر ہوا ہے تو کچھ لے دے کر ہوا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے پولیس کے اندر اصلاح کرنی ہے تو ہم پولیس کو اختیارات دیں۔ Investigation اور Operation ضرور علیحدہ ونگ ہونے چاہئیں اور میں اس کو endorse کرتا ہوں لیکن ان کی ذمہ داری بھی ہونی چاہئے۔ جو SHO پرچہ کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ذمہ داری I.O کی ہے وہ ملزمان کو گرفتار کرے گا میری کوئی ذمہ داری ہے اور نہ ہی وہ گرفتار کرتا ہے۔ ہم سارا دن اسے پروٹوکول کی ڈیوٹی پر لگائے رکھتے ہیں اس کے بعد ہم اس سے پوچھتے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر!2013 کے پہلے تین ماہ کے دوران جو یہاں پر حالات گزرے ہیں، پنجاب بھر میں580 سے زیادہ خواتین کے ساتھ زیادتی جبکہ 56 خواتین اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنی ہیں۔ لاہور میں خواتین سے زیادتی کے52 سے زیادہ مقدمات درج ہوئے ہیں، گینگ ریپ کے پانچ واقعات ہوئے ہیں۔ لاہور میں قتل کے 181،اقدام قتل کے612 واقعات ہوئے ہیں اور پنجاب بھر میں اغواء برائے تاوان کے34 واقعات ہوئے ہیں۔ان واقعات میں60 فیصد سے زیادہ معوی کو تاوان نہ ملنے کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔یہاں پر پولیس کی نااہلی ثابت ہوتی ہے کہ پولیس اپنے شہریوں کی حفاظت اور ان کو انصاف دلانے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جب تھانے کی سطح پر مکمل چالان کر کے عدالتوں میں نہیں بھیجے جاتے تو وہاں پر بھی ایک عجیب سسٹم ہے۔ بہر حال وہاں پر I.O نے investigation کرنی ہے جب وہ proper lines پر کرے گا تو پھر جا کر ملزم کو کوئی سزا مل سکتی ہے۔اگر وہ پیسے لے کر چالان کو نامکمل رکھتا ہے تو پھر ملزم نکل جاتے ہیں۔

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ صاحب نے تھانہ کلچر کو بدلنے کا ایک نعرہ لگایا ہے اور ہم ان کے ساتھ ہیں تھانہ کلچر کو بدلنا چاہئے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس تھانہ کلچر کے نعرے کے بعد جو تھانے والوں کو پیغام پہنچا ہے وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ آپ نے مقدمات درج نہیں کرنے کیونکہ یہ ریکارڈ پر آتا ہے اور اخبارات میں آتا ہے لہذا جو کیس تھانے کے اندر رجسٹرڈ ہونے کے لئے آئے اس کو آپ prolong کرو اور رجسٹرڈ نہ کرو، کیا یہ تھانہ کلچر کی تبدیلی ہے؟ تھانہ کلچر میں اس وقت تبدیلی آئے گی جب ایک عام سائل تھانے میں جائے اگر اس کے ساتھ خدانخواستہ کوئی مسئلہ ہوا ہے تو اس کو عزت سے بٹھا کر اس کی بات سنی جاتی ہے اور اس کا پرچہ درج کیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں ہو رہا۔اگر تھانہ کلچر کی تبدیلی کا مطلب یہی ہے کہ وارداتوں کو تھانے کے اندر ریکارڈ نہیں کرنا اور اس طرح کھلا چھوڑ دینا ہے تو پھر ہمارے ہاں تھانہ کلچر میں بہت بڑی تبدیلی آ گئی ہے۔

جناب سپیکر!جس طرح میں نے آپ سے پہلے ایک بات کی ہے کہ پولیس کی دہشت گردی کے دوران جو قربانیاں ہیں ان کو ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، چاہے پولیس افسران ہوں یا پولیس کے چھوٹے ملازمین ہوں کوئی شک نہیں ہے کہ پچھلے کچھ عرصہ سے اس ملک کے اندر جس طرح کے حالات و واقعات پیدا ہوئے ہیں اس میں ان کی قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ان شہداء کے خاندانوں کے لئے بہتر سے بہتر معاوضہ ادا کرنے کے لئے بجٹ مختص کریں، معاوضہ کو کسی شہادت کا بدل نہیں کہہ سکتے لیکن اس چیز کو ضرور بڑھایا جائے تاکہ ایک بیوہ یا ایک ماں یا کوئی اس کے گھر

کے فرد کو اتنے پیسے ضرور دیئے جائیں کہ وہ اپنے گھر کا کوئی سسٹم چلا سکے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔Thank you very much.

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا نام اس میں ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا نام اس میں شامل ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرے فاضل ممبران نے جو points اٹھائے ہیں میں ان سب کو endorse کرتے ہوئے چند باتیں اسی حوالے سے اس ایوان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی چیز تو مجھے یہ پیش کرنا ہے کہ Police Order 2002 نے بھی ایک مشکل پیدا کی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس نے کیا کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس نے ایک مشکل پیدا کی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ایک جرم ہوتا ہے، تھانے میں FIR درج ہوتی ہے اور تھانے کا SHO اس کی تفتیش کو کسی ASI یا SI کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب اس کے پاس full authority ہوتی ہے، اگر وہ تفتیش کو غلط رخ دے رہا ہے جس کے بہت سارے motives ہوتے ہیں۔ اب اگر DPO صاحب اس سے تفتیش واپس لینا چاہیں تو نہیں لے سکتے۔ اگر واویلا ہوتا ہے تو پھر بعض اوقات وہ اپنی اس اتھارٹی کو exercise کرتے ہوئے DPO صاحبان یا کسی اور اعلیٰ افسر کو کہتے ہیں کہ اس کی نگرانی کر لیں۔ اس نگرانی کے نتیجے کے اندر کوئی تصحیح ممکن ہو سکتی ہے تو بعض اوقات ہو جاتی ہے لیکن بالعموم ایسا نہیں ہوتا اور پہلے stance پر I.O لگا ہوتا ہے، وہ اس کے اندر جو کچھ بھی گند مارنا ہوتا ہے وہ مار دیتا ہے اور پہلی ہی stage پر مقدمہ غلط بنیاد پر چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر اب مدعی واویلا کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اب تین SP صاحبان ضلع کے اندر بیٹھیں گے، وہ پھر دونوں مدعی اور I.O کو بلائیں گے اور سماعت کریں گے، بعض اوقات ملزم فریق کو بھی بلاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک رائے بنتی ہے وہ پھر I.G کے آفس میں آتی ہے اور اس کو ایک ایڈیشنل رینک کا افسر دیکھتا ہے اگر وہ agree کرے تو پھر تفتیش نیچے yes

ہو کر چلی جاتی ہے، پھر اس تفتیش میں تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے۔ یہ اتنا لمبا process ہوتا ہے، جب تفتیش کی تبدیلی کے لئے recommendation ہو جاتی ہے اور اگر وہ recommendation ملزم کے خلاف جا رہی ہو تو ملزم فریق یہاں I.G آفس بھی پہنچتا ہے پھر مختلف حیلے بہانوں اور طریقوں سے بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ فائل یہاں دب جاتی ہے اور بعض اوقات ملزم فریق اپنی مرضی کا فیصلہ وہاں سے لے کر آئی جی آفس جاتا ہے۔ آئی جی صاحب تفتیش کی تبدیلی سے agree نہیں کرتے اور معاملہ نیچے چلا جاتا ہے۔ میں اس حوالے سے وزیر قانون موصوف سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ جس level پر بھی اس میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اس کو کیا جائے، کم از کم یہ تو ممکن بنایا جائے کہ ایس ایچ او جو ایک تفتیش allocate کرنے کا فیصلہ کرتا ہے اس کا ایک دفعہ اختیار ڈی پی او کو بھی ملنا چاہئے کہ وہ بھی اس تفتیش کی تبدیلی کا اختیار رکھے تاکہ جو مدعی ہے اس کا ایک دفعہ تو واویلا کسی level پر ہو، اس کی داد رسی ہو سکے۔ اس سلسلے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ قاعدے وقانون میں تبدیلی کی جانی بہت ضروری ہے۔ یہ پبلک کا اور ہمارا بھی تجربہ ہے کہ over the years یہ ہوتا تھا کہ جو murder cases ہوتے تھے، میں خود بھی ایک لمبے عرصہ سے public dealing میں ہوں اور تیسری دفعہ اس ایوان کا ممبر بھی بنا ہوں تو ماضی میں یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی قتل کا پرچہ ہوتا تھا اس میں پولیس افسران، ایس ایچ او صاحبان، سب انسپکٹر اور اے ایس آئی جو کیس investigate کرتے تھے وہ اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ ہم قتل کے پرچہ میں کوئی ڈنڈی نہیں مارتے کیونکہ اگر ہم اس میں کوئی غلط چالان کر دیں گے تو یہ پھندا قیامت والے روز ہمارے گلے میں آئے گا لیکن اب over the years یہ stance بھی اس level پر تبدیل ہو گیا ہے اور صورتحال یہ ہے کہ ہر مقدمے میں چاہے وہ چوری کا ہے، ڈکیتی کا ہے، دھوکا دہی کا ہے، مار پیٹ کا ہے ہر مقدمہ کے اندر یہ چلن ہے کہ پولیس مدعی اور ملزم فریق دونوں سے جس حد تک بھی پیسے اینٹھے جا سکیں پوری کوشش کرتی ہے اِلّا یہ کہ مدعی بہت بااثر ہے یا اس کا کوئی ذاتی تعلق ہے تو شاید وہ اس level پر کوئی انصاف لینے میں کامیاب ہو سکتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ اس کا مقدمہ سیدھا ہو سکے۔ بہاولپور میں ایک قتل کا مقدمہ تھا تو میں نے ڈی آئی جی صاحب کو درخواست کی کہ یہ بہت ہی حساس معاملہ ہے اس میں کیس کو بہت خراب کر دیا گیا ہے تو آپ یہ کیس کسی honest Inspector کے ذمہ لگا دیں۔ وہ جو ڈی آئی جی صاحب تھے بعد میں یہاں پنجاب کے آئی جی بھی بنے، بہت ایماندار افسر تھے تو انہوں نے زور سے قہقہہ لگایا اور مجھے انگریزی میں کہنے لگے کہ

Dr. Sb! I have got 18 years of PSP service at my back and I have yet to see an honest Inspector.

مجھے کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کی کسی سے کوئی اچھی سلام دعا ہے تو اس کا نام لے لیں اوپر سے میں کوئی دباؤ ڈالوں گا، کچھ آپ اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کریں گے تو شاید کوئی انصاف مل سکے۔ یہ محکمہ کے اعلیٰ افسر کا میرے سامنے بیان تھا، ہم آپس میں بالکل آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور بات ہو رہی تھی۔ سارا سسٹم جو اس وقت خراب ہے اس حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ آئی جی پی آفس کے اندر آٹھ دس سال پہلے کی بات ہے، ڈی آئی جی اسٹیبلشمنٹ تھے میں ان کے ساتھ چائے کے کپ پر بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ سلسلہ کب ختم ہو گا؟ اس کے لئے کوئی مہربانی کریں، نیچے سے لے کر اوپر تک یہ جو کرپشن کا سسٹم ہے اس کے لئے کوئی طریق کار وضع کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے بھی جانتے ہیں اور میری سروس کو بھی جانتے ہیں اس کے اوپر بہت غور و فکر ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! اگر آپ مجھ سے اس کا علاج پوچھتے ہیں تو بالکل honest to God میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ایک دِن سپاہی سے لے کر آئی جی تک یک جُنبشِ قلم سب کو برخاست کر دیں اور چھ مہینے میں نئی فورس تیار کریں، پنجاب کے عوام کو کچھ نہیں ہو گا۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے بھی اور اس سے پہلے بھی یہ کوششیں کی گئی ہیں، تنخواہوں میں اِضافہ ہوا ہے، سہولیات میں اِضافہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے گو جو ضروریات ہیں اس کے مطابق نہیں ہیں۔ بھرتی میں بھی میں نے دیکھا پچھلے پانچ دس سال میں گورنمنٹ نے ایک attempt کی ہے کہ سپاہیوں کی بھرتی کا جو کوٹا بعض اوقات elected members کو دیا جاتا تھا وہ نہیں دیا گیا اور میرٹ پر بھرتی کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن گزارش یہ ہے کہ جس طرح یہ پورا محکمہ cancerous ہو گیا ہے اس کے اندر جب تھوڑا سا تازہ خون ڈالا جاتا ہے، ایک محنت اور کوشش کی جاتی ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی سارے کا سارا cancerous ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس محکمہ کے اندر دوررَس تبدیلیوں کی ضرورت ہے، اس کے لئے بہت سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ اب جو محکمہ کے افسران ہیں، ڈی پی او صاحبان آتے ہیں بیشتر سی ایس پی افسران آکر لگتے ہیں وہ اچھا perform کرتے ہیں، بہتر بھی ہوتے ہیں لیکن اُن کی طرف سے بھی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے اور یہی بات کرتے ہیں۔ اگر میرٹ پر دیکھا جائے تو مجھ سے خود ایک ڈی پی او نے بات کی، اس کیس پر میں ان کے ساتھ contest کر رہا تھا کہ غلط ہے۔ انہوں نے ایس ایچ او کو بھی بلا لیا اس کی بات بھی سُنی اور جب ایس ایچ او چلا گیا تو اس نے کہا بالکل آپ کی ساری بات ٹھیک ہے اس میں بہت ساری خامیاں ہیں لیکن مجھے تو انہی کے ساتھ گزارہ کرنا ہے اگر اس چیز کو سامنے رکھ لوں کہ سارے ایس ایچ او صاحبان کو مجھے فارغ کرنا ہے تو یہ پولیس کا محکمہ کیسے

چلے گا؟انہوں نے کہا کہ ہم معاملات کوcompromise کر کے چلانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں منتخب نمائندگان کو شامل کریں،اس کے لئے سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے،یہ جو پولیس کا محکمہ ہے جس پر لاء اینڈ آرڈر قائم کرنے کی ذمہ داری ہے،اس بات کو سمجھتے ہوئے یہ جو جرائم کی بات فاضل ممبران کی طرف سے آتی ہے کہ بہت زیادہ جرائم ہوتے ہیں اس کی وجہ صرف پولیس کی نااہلی نہیں ہوتی اس میں بہت سارے عناصر ہیں جس میں مہنگائی ہے،بے روزگاری ہے اور خود ہمارا میڈیا ہے۔آپ دیکھتے ہیں کہ کس طرح میڈیا میں ایکشن سے بھرپور اور جرائم کے حوالے سے فلمیں اور ڈرامے پیش کئے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں temptations ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سے عناصر ہیں جن کی وجہ سے جرائم ہوتے ہیں،صرف پولیس کی نااہلی نہیں ہے۔ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مارپیٹ کے سوا اور کوئی دوسرا طریقہ تفتیش پولیس کے پاس نہیں ہے۔جدید طریقہ تفتیش کے مطابق ان کی ٹریننگ کا کوئی بندوبست کرنا چاہئے،اس حوالے سے کورسز کروانے کی اشد ضرورت ہے۔اس کے ساتھ ساتھ میں اس بات پر بھی stress کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پولیس کے اندر duty hours کا designate نہ کیا جانا یہ چیز بھی contribute کرتی ہے،پولیس اہلکاران کی اپنی frustration کی وجہ سے بھی پھر ساری پولیس suffer کرتی ہے جس طرح باقی سرکاری محکموں میں آٹھ گھنٹے ڈیوٹی کا سسٹم ہے ان کا بھی اس طرح کا کوئی سسٹم بنانا چاہئے۔ایس ایچ او صاحبان کہتے ہیں کہ اگر ڈی پی او نے ہمیں کسی ٹاسک پر بھیجا ہے اور ہم اس میں محنت کر رہے ہیں اور دو تین راتیں سو بھی نہیں سکے،دور دراز کسی معاملہ کے لئے گئے ہیں تو چوتھے روز تین دن کے مسلسل جگ رتے کے بعد آرام میں ہوں اور ڈی پی او صاحب کا پیغام آ جائے کہ ابھی پیش ہو جاؤ تو افسر کوئی جواز سُننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ میں تین دن سویا نہیں ہوں اسی وقت مجھے جا کر salute کرنا ہوتا ہے اور حاضری دینی ہوتی ہے اور وہ اس بات کو بعض اوقات پیش نظر نہیں رکھتے اور اگلا کام بھی ذمہ لگا دیتے ہیں۔گزارش یہ ہے کہ اس طرح کی جو multiple چیزیں ہیں ہمیں اس کا احاطہ کرنے کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں اصلاح کی طرف اور بہتری کی طرف چلنا ہے تو اس بارے میں ہمیں سنجیدگی سے بیٹھ کر غور و فکر کرنا ہو گا ورنہ یہ جو اتنی بڑی رقم فراہم کر رہے ہیں یہ بھی اسی طرح exercise futile ہو گی اور میں اس کے نتیجے میں بہتری کی توقع نہیں رکھتا۔شکریہ

جناب سپیکر: جی،محترمہ شنیلا رُوت! تقریر ضرور کریں مگر تھوڑا سا ٹائم کا بھی خیال رکھیں۔

محترمہ شنیلارُوت: شکریہ۔جناب سپیکر! ایسا ہی ہوگا۔کسی بھی ملک اور قوم میں لاء اینڈ آرڈر یا پولیس کو اس لئے تعینات کیا جاتا ہے کہ عوام کو safety and security provide کی جائے۔ پاکستان میں بھی اسی عمل کو لانے کے لئے پولیس کا محکمہ قائم کیا گیا ہے۔ میں بہت سے ملکوں میں گئی ہوں، کچھ ملکوں میں تو وہاں پولیس سرے سے موجود ہی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہاں پر بڑا امن وامان ہے۔ وہاں پر نہ تو کبھی کوئی ڈکیتی ہوتی ہے، چوری ہوتی ہے اور نہ ہی قتل ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں پولیس کے لئے اتنا روپیہ پیسا مختص کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی ہمارے یہاں اس قسم کے واقعات شدت پکڑتے جا رہے ہیں۔2013-14 کے بجٹ میں اس مد میں تقریباً 71 بلین روپے allocate کئے گئے ہیں جبکہ سال 2012 میں 62 بلین روپے اس مد میں مختص کئے گئے تھے، بعد میں اس کو بڑھا کر 65 بلین روپے کر دیا گیا، مجھے نہیں پتا کہ اس کی کیا وجہ تھی، کیا ہمارے محکمہ پولیس کی بہت اچھی کارکردگی تھی جس کی وجہ سے یہ پیسے بڑھائے گئے؟ اب جو نیا بجٹ آیا ہے اس میں approximately 9 billion rupees increase ہے۔ میں یہاں یہ بھی گوش گزار کرنا چاہتی ہوں کہ ہماری فیڈرل گورنمنٹ کی جو پالیسی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جوڈیشری کو مضبوط کریں تاکہ ہمارے مسائل کا کوئی حل نکلے۔ پنجاب حکومت کا اس میں کیوں difference آ رہا ہے، پنجاب حکومت اور وفاقی حکومت کی پالیسی میں کیوں تضاد ہے؟ پنجاب کے بجٹ میں کورٹس کے لئے جو funds allocate کئے گئے ہیں وہ صرف 11.2 فیصد ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کورٹس کو مناسب بجٹ دے رہے اور نہ ہی ان کو strong کرنا چاہتے ہیں۔اسی طرح اگر ہم crime rates statistics کو دیکھیں، حالانکہ ہم نے پچھلے سال پولیس کا بجٹ بڑھایا۔ میں اپنی بات کو top سے شروع کروں گی کیونکہ اگر ہمارے سر میں درد ہو رہا ہے، ہمارے سر میں tumor ہے، بلڈ پریشر ہائی ہے تو ہماری پوری باڈی پر اس کا اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے پوری باڈی کام نہیں کرتی۔ ہم محکمہ پولیس کو خواہ مخواہ دوش دیتے رہتے ہیں، میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ جب تک ہماری گورنمنٹ، ہمارے وزیر قانون ان باتوں کو یقینی نہیں بنائیں گے تو یہ trigger down نہیں ہوگا۔اگر ہمارا head ٹھیک نہیں ہوگا تو ہمارا جسم کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے یہ تمام problems آ رہی ہیں۔ ہمارے ایس ایچ او کی کیا مجال ہے یا ایک کانسٹیبل کی کیا حیثیت ہے کہ وہ لوگوں کو تحفظ نہ دے؟ اس کو جب تک اوپر سے حکم نہیں ہوگا وہ نہیں کرے گا اور وہ وہی کرے گا جو اس کا سینئر یا بڑا اسے کہے گا۔

ہمارے پنجاب کا 2011 میں جو crime rate ہے اس میں murders کی تعداد 6 ہزار تھی جو سال 2012-13 میں بڑھ کر 6 ہزار 3 سو 12 ہو گئی ہے۔اس کے علاوہ attempted murders

کی تعداد سال 12-2011 میں 6 سو تھی اور اب وہ بڑھ کر 7ہزار 6 سو ہو گئی ہے۔اسی طرح kidnapping for ransom جو ہے وہ 7ہزار 7 سو 32 تھی جبکہ سال 13-2012 میں یہ ڈبل ہو کر15ہزار 5 سو 62ہو گئی ہے۔اسی طرح سے rape cases کی تعداد سال 12-2011 میں 791 تھی جو کہ بڑھ کر 2ہزار 6 سو66ہو گئی ہے ۔Gang rape کی تعداد سال 12-2011 میں 96 تھی جو بڑھ کر2ہزار113 ہو گئی ہے، یہ تو ہماری پولیس کی کارکردگی ہے۔آج صبح جب میں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے آ رہی تھی تو میرا ڈرائیور مجھے کہنے لگا میڈم!آج آپ کا کیا پروگرام ہے ؟ میں نے کہا کہ میں نے آج پولیس پر criticize کرنا ہے تو وہ گھبرا گیا اور مجھے کہنے لگا میڈم! کوئی ایسا لفظ نہ بولنا کہ پولیس آپ کے پیچھے پڑ جائے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہمارا عام آدمی پولیس سے کتنا ڈرا ہوا ہے اور کتنا گھبرایا ہوا ہے۔ ہم پولیس تھانوں میں جانے کی بات کرتے ہیں وہ تو پولیس کی بات بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ ہمیں ایک ایسا ماحول دینا ہے، آپ ہمارے محافظ ہیں، پولیس ڈیپارٹمنٹ بھی ہمارا محافظ ہے اگر ہمارے محافظوں نے ہی ہمارے سر سے دوپٹا اُتار دینا ہے تو پھر ہم کہاں جائیں گی اور کس کے پاس جائیں گی؟ میری آپ سے یہ استدعا ہے، مجھے نیک پولیس افسران سے بھی پالا پڑا ہے کیونکہ میں ایک ہیومن رائٹس ادارے کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں اور میرا پولیس ڈیپارٹمنٹ سے کافی interaction ہوتا رہا ہے، بہت سے اچھے پولیس افسران بھی ہیں جو آپ کی بات کو سنتے ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ایک study کے مطابق پنجاب میں violence against women کا highest rate ہے جو کہ 80 فیصد rural areas میں ہے اور urban areas میں 50 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کے لئے کوئی protection نہیں ہے۔یہاں پر خواتین کے مقدمے ہی درج نہیں ہوتے۔ میرے ایک بھائی نے یہاں پر figures دیئے ہیں میں کہتی ہوں کہ یہ تو بہت تھوڑے figures ہیں، بہت سی میری بہنیں جن پر ظلم، زیادتی اور تشدد ہوتا ہے وہ تو بے چاری تھانوں کا منہ ہی نہیں کرتیں، وہ کہتی ہیں ہم نے تھانے میں نہیں جانا کیونکہ وہاں تھانوں میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ان کے ساتھ جو بدتمیزی کی جاتی ہے، گالی گلوچ کی جاتی ہے ان کو دھکے دیئے جاتے ہیں ۔ ایک لڑکی تھی جس پر murder کا ایک غلط کیس بن گیا اور اس لڑکی کو ایک male تھانے میں تین دن تک رکھا گیا کیونکہ ہمارے پاس females کے لئے تھانے ہی نہیں ہیں۔ لاہور میں بھی صرف ایک تھانہ ہے جہاں پر ہم ایسی خواتین کو لے کر جا سکتے ہیں ۔ ابھی حال ہی میں3۔جون کا واقعہ ہے، قصور میں سر سر چک نمبر 21 میں جہاں پر تین مسیحی خواتین کے کپڑے

اُتارے گئے، ان کو برہنہ کر کے ان کی پریڈ کرائی گئی، ان کی ایف آئی آر 6- تاریخ سے درج ہے اور آج تک ان کے ملزمان کو پکڑا نہیں گیا۔ جب میں نے اس پر بات چیت کی، میں نے آپ کو اس سلسلے میں ایک توجہ دلاؤ نوٹس بھی بھیجا ہوا ہے، بتایا یہ گیا ہے کہ وہاں پر political influence استعمال کیا جا رہا ہے اور ملزمان کو پکڑا نہیں جا رہا۔ ہم کس سے انصاف مانگیں، کیا ایوان میں بیٹھے ہوئے جو ہمارے politicians ہیں ان سے مانگیں یا پولیس سے مانگیں؟ پولیس کے تو ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، بہت سی جگہوں پر ان کے ہاتھ باندھ دیئے جاتے ہیں، وہ حرکت ہی نہیں کر سکتے کیونکہ اوپر سے ان کو آرڈر آتے ہیں کہ آپ نے ان ملزمان کو نہیں پکڑنا۔ پلیز! اس کا نوٹس لیا جائے۔ ان تین خواتین کی جو بے حرمتی ہوئی ہے، یہ Christians عورتیں تھیں جن کا کوئی اتنا بڑا قصور نہیں تھا، انہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا بلکہ ان کی بکریاں کسی کے کھیت میں چلی گئیں جس کی وجہ سے کھیت خراب ہو گیا اور اس وجہ سے ان عورتوں کے گھروں میں کود کر ان کو گھر سے باہر نکالا گیا اور ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔ میں یہ گزارش کروں گی کہ ہماری مسیحی عورتوں کے لئے اور میری دوسری بہنوں کے لئے بھی، ہماری مسیحی عورتیں oppressed ہیں لیکن ہماری بہت سی مسلمان بہنیں بھی ایسی ہیں جن کے ساتھ اس طرح کا سلوک رَوا رکھا جاتا ہے اور پولیس تماشا دیکھ رہی ہوتی ہے۔ میں چونکہ minority سے تعلق رکھتی ہوں اس لئے میں minorities کی protection کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ ہماری خواتین چاہے وہ ہندو ہیں، سکھ ہیں یا مسیحی خواتین ہیں ان کی protection کا آپ کے پاس کیا پروگرام ہے؟ حال ہی میں جوزف کالونی میں جو کچھ ہوا ہماری پولیس اٹھارہ گھنٹے وہاں تماشائی بن کر دیکھتی رہی، جب ان کے گھر جل گئے، جب وہ بالکل برباد ہو گئے تو پھر پولیس حرکت میں آئی کیا یہ ہماری protection کا پروگرام ہے؟ اسی طرح کی میں آپ کو بہت ساری examples دے سکتی ہوں۔ گوجرہ میں ایک ہی خاندان کے سات افراد جل کر راکھ ہو گئے اور پولیس ان کا تماشا دیکھتی رہی۔ ہم کس پولیس کی بات کر رہے ہیں، ہم کس پولیس کا بجٹ بڑھانا چاہتے ہیں؟ پھر ایک اور مسئلہ جو میرے حلقہ میں ہے، میں بہار کالونی سے ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ وہاں بہت زیادہ drugs addict ہیں اور پولیس ان سے بھتا لیتی ہے، ان کو پکڑتی ہے لیکن چھوڑ دیتی ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں ضرور کوئی خاطر خواہ انتظام ہونا چاہئے۔ ابھی حال ہی میں میری گلی میں پولیس آئی اور میں نے intervention کی، ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی ان کے پاس سے چرس نکلی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اسے پکڑیں اور سزا دیں لیکن مجھے پتا چلا کہ دو

گھنٹے کے بعد اسے release کر دیا گیا۔ پولیس جن سے ہم safety and security کی توقع رکھتے ہیں ان کے حالات یہ ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! wind up کیجئے۔

محترمہ شُنیلا رُوت: میں آخر میں صرف دو تین suggestions دینا چاہتی ہوں کہ ہر پولیس سٹیشن میں خواتین کے لئے وومن ڈیسک مقرر کئے جائیں وہاں خواتین ہوں۔ مینارٹی کے لئے جو مینارٹی کے پولیس آفیسرز ہیں انہیں تعینات کیا جائے۔ وومن اور مینارٹی میں سے لوگوں کی بھرتیاں کی جائیں تاکہ اگر ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ انہیں دیکھ سکیں۔ جوڈیشری کو strong بنایا جائے، موبائل کورٹس کا آغاز کیا جائے، مہربانی کر کے ایم پی ایز اور ایم این ایز اپنی political appointments نہ کرائیں بلکہ میرٹ پر appointments ہوں تاکہ وہ لوگ آئیں جو واقعی مستحق ہیں وہ ملک، قوم اور یہاں کے لوگوں کو تحفظ دے سکتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: صدیق خان صاحب!

جناب محمد صدیق خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میری معزز خاتون ممبر نے کٹوتی کی جو تحریک پیش کی ہے میں اسے اس حوالے سے endorse کرتا ہوں کہ گزشتہ کئی سالوں سے پولیس کی جو کارکردگی ہے وہ under question ہے۔ بالخصوص میں نے سنا ہے اور پڑھا ہے کہ جس وقت کوئی منظم سٹیٹ معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی تو جو vulnerable communities تھیں جن کے rights protect نہیں ہوتے تھے، ایک منظم سٹیٹ معرض وجود میں لانے کے لئے انہیں ایک package دیا گیا کہ آپ کی جان اور مال کو تحفظ دیا جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے آئین نے بھی پولیس کو ایک prime ذمہ داری سونپی ہے کہ لوگوں کی جان و مال کا تحفظ کرنا اور ان کو انصاف دلانے کے لئے اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داری پوری کرنا لیکن انتہائی بدبختی ہے کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں نے محکمہ پولیس کو جس طرح سیاسی tool کے طور پر استعمال کیا اس وجہ سے ان کا جو پروفیشنل ازم اور ان کی جو پیشہ وارانہ صلاحیتیں تھیں جس طرح وہ متاثر ہوئیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

جناب سپیکر! میں بھی پاکستان کا شہری ہوں، ایک سیاسی کارکن ہوں اور بحیثیت مسلمان ہمیں straight forward ہونا پڑے گا، ہمیں دیانتدار ہونا پڑے گا، ہم جو گندی روایات کے اسیر ہیں ہمیں ان سے نکلنا پڑے گا۔ انصاف جو کسی انسان کا فطری حق ہے وہ ہمیں ensure کرنا پڑے گا۔ جو قومیں، جو

سوسائٹیز اپنے باشندوں کو انصاف سے محروم کر دیتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ قومیں، وہ سوسائٹیز ترقی نہیں پا سکتیں، وہ اپنا شمار مہذب قوموں میں نہیں کر سکتیں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے مخاطب ہوں۔ میں پولیس کی کارکردگی کے حوالے سے عرض کروں گا کہ آپ گزشتہ کئی سالوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جو 22-A FIRs کے تحت رجسٹرڈ ہوں۔ فرسٹ انفارمیشن رپورٹ جو کہ کسی بھی شہری کا حق ہے کتنی FIRs نہیں دی گئیں جس کے بعد 22-A کے تحت مقدمات رجسٹرڈ ہوئے۔ جن لوگوں نے اس ملک کے باشندوں کو FIR کا حق نہیں دیا کیا اس regime نے ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی 22-A کے تحت FIR رجسٹر کرانے کے لئے جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ سٹیٹ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے باشندوں کو مفت اور سستا انصاف دے۔ جب FIR کا حصول بھی اتنا مہنگا ہو جائے، لاکھوں روپے کے وکلاء hire کرنے پڑتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ ادارہ اپنی ذمہ داری پر پورا نہیں اتر رہا۔

جناب سپیکر! میں Pakistan Police Order 2002 کی بات کروں گا۔ میرے ایک معزز ممبر نے فرمایا کہ تبدیلی تفتیش کا کوئی میکنزم موجود نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تبدیلی تفتیش کے تین rights دیئے گئے ہیں لیکن بدبختی سے اس ملک کے سیاستدانوں نے کسی کو بھی انصاف کے حصول کے لئے جو اس کا بنیادی حق ہے اس میں روڑے اٹکانے کے لئے تبدیلی تفتیش کے میکنزم پر عملدرآمد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ میں آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ پانچ سال سے کتنے لوگوں نے تبدیلی تفتیش اور انصاف کے حصول کے لئے درخواستیں دیں اور کتنے لوگوں کی تفتیش تبدیل کی گئی؟ یہی وجہ ہے کہ جس وقت ایک پولیس کا محکمہ جس کی آئین کی طرف سے ایک prime ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی جان و مال کا تحفظ کرے لوگوں کو انصاف کی فراہمی کے لئے facilitate کرے اگر وہ اپنی ذمہ داری نبھانے کی بجائے لوگوں کو بلیک میل کرتے ہیں، بلیک میل کر کے کرپشن کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ گندی سیاست میں ایک tool کا کردار ادا کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح پولیس کی جتنی کارکردگی متاثر ہوئی ہے اسی وجہ سے آج اس صوبہ میں کرائم ریٹ کی جو شرح ہے وہ کہیں بڑھ چکی ہے۔ لوگ اپنے آپ کو insecure محسوس کرتے ہیں، اگر آپ گزشتہ پانچ سال کے statistics اکٹھے کریں بالخصوص اغوا برائے تاوان کے حوالے سے تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں اتنے سانحات نہیں ہوں گے جتنے گزشتہ پانچ سالوں میں ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پروٹوکول کی بات کی جا رہی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ ایلیٹ فورس جو کہ پنجاب کی highly

professional force ہے جس پر اس صوبہ کے tax payer کا بیش بہا خرچ کیا جا رہا ہے لیکن وہ پروٹوکول پر لگی ہوئی ہے- میرے پاس جو figures ہیں ان کے مطابق ایلیٹ فورس کے کم از کم ایک ہزار جوان پروٹوکول ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں اور حکمرانوں کی سکیورٹی پر مامور ہیں اور صرف 261 لوگ پنجاب کے پورے صوبہ کی عوام کو سکیورٹی دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس طرح کی performance یا governance رہی تو میرے نقطہ نظر سے اس محکمے میں بہتری نہیں آ سکتی- میں اس حوالے سے سمجھتا ہوں کہ اس ادارے کی کارکردگی under question ہے۔ اس حوالے سے میری ساتھی معزز خاتون ممبر نے جو cut motion دی ہے میں اسے endorse کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں straight forward ہو کر بحیثیت مسلمان ہمارا character transparent ہونا چاہئے- ہم میں منافقت نہیں ہونی چاہئے transfer and posting میرٹ پر ہونی چاہئے اور قانون کے مطابق check and balance effective ہونا چاہئے جب تک check and balance effective نہیں ہو گا پولیس کی کارکردگی بہتر نہیں ہو سکتی-

جناب سپیکر: جی، وقاص حسن مؤکل صاحب!

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ معزز ممبران نے پولیس کی کارکردگی اور performance کے اُوپر بہت ساری باتیں کی ہیں۔ میرے خیال میں یہاں پر ہر منتخب ممبر کا واسطہ محکمہ پولیس سے ضرور پڑا ہے چاہے وہ ذاتی ہو یا سیاسی ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں محکمہ پولیس کی طرف سے پریشانی ہی آئی ہے۔ میں Department of State-Bureau of Diplomatic Security کی ایک رپورٹ سے کچھ اعداد و شمار quote کرنا چاہتا ہوں۔ میں Pakistan 2012 OSAC Crime and Safety Report کی بات کروں گا۔ یہ وہ رپورٹ ہے جس کے ذریعے امریکی حکومت اپنے شہریوں کو پاکستان آنے سے پہلے یہاں کے حالات سے آگاہ کرتی ہے۔ امریکی حکومت اس کو update کرتی رہتی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق پچھلے سال 2012 میں attempted murders میں 14 فیصد، قتل میں 10 فیصد، چوری میں 12 فیصد اور attempted rapes میں 21.96 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی ساتھ لکھا گیا ہے کہ اتنا زیادہ اضافہ شاید اس لئے ہے کہ اب خواتین زیادہ بہتر طور پر اس چیز کو ریکارڈ کروا سکتی ہیں۔ اسی طرح violent crimes میں جس کے اندر purse snatching, mobile snatching، ڈکیتی اور اسی طرح کے دوسرے street crimes میں 14.80 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں پولیس کی کارکردگی کا پہلو

ایک طرف رکھنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ان جرائم میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے؟ ہر جرم کے اندر اگر ایک انسانinvolve ہے تو اس کے ساتھ اسلحہ بھیinvolve ہے۔اگر ایک انسان نے قتل کرنے کا سوچ لیا ہے یا ڈکیتی کی نیت کر لی ہے تو وہ اسلحہ کے زور پر ہی کرے گا۔ ہم ایسے اقدامات کریں کہ یہ جو اسلحہfreely available ہے اس کو کنٹرول کیا جائے۔ ہر اس انسان کو جس کے ذہن میں جرم کی سوچ ہے تو اسے پولیس یا کوئی بھی انسان جرائم کرنے سے نہیں روک سکتااس لئے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بے شک پولیس کی کارکردگی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے لیکن ہمیں اس کے ساتھ ساتھ ان وجوہات پر بھی غور کرنا چاہئے جن کی وجہ سے جرائم بڑھ رہے ہیں اور مسلسل پچھلے سالوں سے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔اس کٹوتی کی تحریک کو دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے پولیس کو70۔ارب روپے دیئے ہیں لیکن جرائم بڑھے ہیں تو کیا ہم 80۔ارب روپے دے کر ان جرائم کو اور بڑھائیں گے؟ میرا یہ سوال آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ اور اس حکومت سے ہے۔پیسے بڑھانے سے اگر جرائم کم ہوں تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اگر پیسے بڑھنے سے جرائم بڑھیں گے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر! پنجاب پولیس اس وقت ایک لاکھ 70 ہزار جوانوں پر مشتمل ہے۔ مجھ سے پہلے معزز ممبران نے خراج تحسین پیش کیا ہے اُن جوانوں، سپاہیوں اور پولیس افسران کو جنہوں نے اپنی زندگیاں عوام کی حفاظت کے لئے قربان کیں اور شہید ہوئے ہیں۔ میں بھی ان کو سلام پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ میرا فرض ہے۔ پنجاب پولیس پاکستان کی سب سے بڑی فورس ہے لیکن کارکردگی میں یہ سب سے پیچھے ہے۔ International Transparency کی رپورٹ کے مطابق اس وقت لینڈ ریونیو کرپشن میں نمبرون ہو چکی ہے۔ سال2002 سے2012-2011 تک پولیس نمبرون کرپٹ ترین محکمہ تھا۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ ہم پیسے دے رہے ہیں، عوام پیسے دے رہی ہے اور اس کے جواب میں ان کو کرپشن مل رہی ہے۔ایک طرف تو سرکاری طور پر ان کی تنخواہیں بڑھ رہی ہیں جو کہ اچھی بات ہے اور یہassumption تھی کہ شاید اس سے کرپشن کم ہو لیکن پیسے بڑھنے کے ساتھ ساتھ کرپشن بھی بڑھ رہی ہے جبکہperformance نیچے جا رہی ہے۔اس موضوع پر میں زیادہ باتیں نہیں کروں گا اور آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ یہ بہت زیادہ تفصیل سےdiscuss ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! ایمرجنسی 1122 کاresponse time پانچ سے پندرہ منٹ ہے جبکہ پنجاب پولیس کاresponse time پینتالیس منٹ سے ڈیڑھ گھنٹہ ہے۔ میں تھوڑے سے مزید اعداد و شمار آپ کے ساتھshare کرنا چاہوں گا۔ میں یہ اعداد و شمار آپ کے سامنے اس لئے رکھ رہا ہو کہ اس سے

ہمیں ان کی کارکردگی اور مسائل کا علم ہوتا ہے۔ایک طرف ہم اقدامات کریں،ایک طرف ہم یہ سمجھیں کہ مسائل کہاں کہاں پر ہیں اور دوسری طرف ہم ان کے حل تلاش کریں۔ پنجاب پولیس کی official website کے مطابق پچھلے سال 461 کلاشنکوف،1506 رائفلیں،3448 بندوقیں اور14400 ریوالور یا پسٹل recover کئے گئے ہیں۔ پنجاب نے پچھلے سال46567 Proclaimed Offenders گرفتار کئے ہیں۔ایک لاکھ 47 ہزار مقدمات درج ہوئے اور 99 ہزار چالان پیش کئے گئے۔سب سے بڑا سوالیہ نشان یہ ہے کہ ان سب میں سے 29015 مجرمان convict ہوئے جبکہ 26976 لوگ بری ہو گئے۔کیا یہ پولیس کی نااہلی کے باعث ایسا ہوا ہے؟تقریباً26 ہزار لوگ جو کہ کسی نہ کسی جرم میں شامل تھے ان کے خلاف مقدمات درج ہوئے لیکن وہ بری ہو کر گھر چلے گئے۔ میرے خیال میں ہمیں ان اعداد وشمار کو ٹھیک کرنا ہوگا۔ ہمیں اس چیز کو ensure کرنا ہوگا کہ جرم کے لئے اگر اسلحہ سب سے بڑا مسئلہ ہے تو ہم ناجائز اسلحہ کی روک تھام کریں۔اگر اس میں پولیس کی کارکردگی سب سے بڑا مسئلہ ہے،اگر ان کا investigation method غلط ہے اور اگر رشوت ستانی ہے تو پھر ہمیں اس جانب توجہ دینی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رشوت ستانی سپاہی سے لے کر انسپکٹر تک ہی ہے اس سے اوپر کے افسران شاید اس میں اتنے زیادہ ملوث نہ ہوں۔ محکمہ کے افسران بالا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان جرائم پیشہ افراد تک پہنچنے والے networks کو identify کریں اور ان کو ختم کریں تاکہ عوام کا پیسا جو محکمہ پولیس کے لئے دیا جاتا ہے وہ ٹھیک طریقے سے استعمال ہو سکے۔

جناب سپیکر!میں آخر میں اس مثال کے ساتھ اپنی تقریر یا گزارشات ختم کروں گا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی opening speech کے اندر ایک مثال quote کی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ میں نے اس چیز کا ذاتی طور پر نوٹس لیا اور وہ معاملہ تین مہینے کے اندر حل ہو گیا۔کیا وزیر اعلیٰ پنجاب کو ہر مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ذاتی نوٹس لینا پڑے گا،کیا وہ معاملہ باقی ہزاروں معاملات سے زیادہ ضروری تھا،کیا باقی لوگ پاکستان اور پنجاب کے شہری نہیں ہیں؟وزیر اعلیٰ پنجاب کو ensure کرنا چاہئے کہ پولیس کا محکمہ یہ جان لے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہر معاملے میں ذاتی نوٹس لیتے ہیں۔اس حوالے سے انہیں کچھ کہنے یا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ پاکستان کا ہر شہری اور اس کے حقوق برابر ہیں۔یہ وہ کمی ہے جسے ہمیں ٹھیک کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں پر عوام کی خدمت کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس ایوان کے معزز ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دینے کا حکم دیں جو پولیس performance کی review تجویز کرے اور اس حوالے سے اپنی سفارشات

مرتب کرے۔اس کمیٹی کو time barred کریں کہ وہ اپنی رپورٹ تین مہینے یا چھ مہینے کے اندر اندر پیش کریں۔ میرے خیال میں یہ قدم پنجاب کے عوام کے لئے بہت بہتر ہوگا۔ بہت بہت شکریہ

ملک تیمور مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کورم کی نشاندہی

ملک تیمور مسعود: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ کورم کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے لگ رہا ہے کہ یہاں پر معزز ممبران کی دلچسپی کم ہے۔ میں کورم کی نشاندہی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ نے جو بات کی ہے اس حوالے سے آپ کو پہلے سوچ لینا چاہئے تھا کہ اس وقت کٹوتی کی تحریک پر بات ہو رہی تھی۔ یہ مناسب نہیں لگتا کہ اس موقع پر آپ کورم point out کریں لیکن یہ آپ کا استحقاق ہے میں اُس میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ابھی چیک کرتا ہوں۔ انہوں نے کورم کی نشاندہی کی ہے۔ گنتی کرائی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا ہے۔ کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

مطالبات زر برائے سال 14-2013 پر عام بحث اور رائے شماری

(۔۔۔جاری)

جناب محمد صدیق خان: جناب سپیکر! ہم حکومت کو احساس دلوا رہے ہیں کہ آپ نے کورم کو maintain رکھنا ہے۔ کل میں نے point out کیا تھا کہ ایوان میں کورم نہیں ہے تو اس پر ایک معزز وزیر سیخ پا ہو گئے۔ حکومت ایک طرف تو rule of law کی بات کرتی ہے تو اس معزز ایوان کے rules کہتے ہیں کہ one fourth of the total strength حاضر ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: میں تو کہتا ہوں کہ یہ آپ کا حق ہے اور آپ اپنے اس حق کو استعمال کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! 30۔جون 2002 کو بجٹ اجلاس میں رانا مشہود احمد خان نے انہی سیٹوں پر کھڑے ہو کر کورم کی نشاندہی کی تھی تو اب بھی تھوڑا سا حوصلہ پیدا کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ پرانی باتیں میں نے نہیں سُننیں۔ وہ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ جی، ملک تیمور مسعود صاحب!

ملک تیمور مسعود: جناب سپیکر! جس طرح یہاں پر ہمارے معزز ممبران نے بہت ہی تفصیل کے ساتھ پولیس کے حوالہ سے بات کی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ یہاں پر موجود ہر معزز ممبر کا بلواسطہ یابلاواسطہ تعلق پولیس کے محکمہ سے عموماً پڑتا رہتا ہے۔ اس محکمے میں بے ضابطگیوں پر جتنی بھی بات کی جائے اُتنی ہی کم ہے لیکن میں اپنی چند تجاویز معزز ممبران کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ موجودہ بجٹ کے اندر لاء اینڈ آرڈر کے حوالہ سے پولیس کے محکمہ کے لئے جو 76۔ارب روپیہ مختص کیا گیا ہے میں اس تفصیل میں نہیں جاتا کہ یہ رقم زیادہ ہے یا کم ہے لیکن میں اس حوالہ سے ضرور بات کروں گا کہ اس رقم کے استعمال کو ہمیشہ سے اس طرح یقینی کیوں نہیں بنایا جاتا کہ محکمہ پولیس کے اندر جو کمزوریاں اور خامیاں ہیں اُن کو بہتر طریقہ سے دُور کرکے عوام کے ٹیکس کے پیسے کو اُن کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس بجٹ کے اندر ڈسٹرکٹ پولیس کے لئے 60۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی۔ میں اس حوالہ سے آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس رقم کا استعمال پولیس کے تمام محکمہ جات کے اندر بہتر طریقہ سے نہیں ہو سکتا، انفراسٹرکچر کو اچھے طریقہ سے بہتر نہیں کیا جا سکتا، پولیس میں investigation کے طریق کار کو بہتر کرنے کے لئے اور highly skilled method کو اپنانے کے لئے جس طریقہ سے بیرون ملک وہاں کی Law Enforcement Agencies اپنی تحقیق کے دائرہ کو وسیع بنانے کے لئے investment کرتی ہیں ہم اُس طرف سے کیوں غافل ہیں، ہم investigation کے اُس اچھے اور جدید طریق کار کو کیوں نہیں اپناتے؟ آج ہمارے صوبے کے اندر جو private and personal security provide کی جاتی ہے اور آپ بات کرتے ہیں سادگی اپنانے کی، آپ بات کرتے ہیں good governance کی۔ ہمارے پچھلے بجٹ کے اندر private and personal security کے لئے 22 کروڑ روپیہ کی allocation کی گئی تھی اور اس بجٹ میں اس security کو بڑھا کر 25/24 کروڑ روپیہ کے قریب کیا گیا ہے تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان VIP's کی security اتنی ہی زیادہ ضروری ہے؟ غریب عوام کے پیسوں سے جنہیں تنخواہیں دی جاتی ہیں تو اُن کے ذریعے law and order کی بہتری کے لئے کوئی کوشش کیوں نہیں کی جا سکتی؟ میں اسی حوالہ سے ایک گزارش اور بھی کرنا چاہوں گا کہ Chief Minister نے جو ماڈل تھانوں کا concept پیش کیا ہے اُن ماڈل تھانوں کی کوئی ایک آدھ ایسی مثال پیش کی جائے جس سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ واقعی وہاں پر جدید

طریق کار کے تحت investigation کو موثر بنانے کے لئے پنجاب کے اندر ایک example set کی گئی ہے۔ معذرت کے ساتھ آج بھی کہنا پڑتا ہے کہ ہماری چوکیوں اور تھانوں کے اندر پولیس گشت کے لئے جو گاڑیاں استعمال کرتی ہے اُن کے ڈیزل کے پیسے بھی وہاں کے مخیر اور سفید پوش لوگوں سے نکلوائے جاتے ہیں تو میں صرف اس لئے بات کرتا ہوں کہ اگر ہم اتنا پیسا پولیس کے محکمہ کو دے رہے ہیں تو proper check and balance کا نظام بھی ہونا چاہئے۔ آج ہماری پولیس کے اوپر check and balance کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام رقم جو اس محکمہ کو دی جارہی ہے وہ نیچے تک نہیں جا رہی لہذا گزارش ہے کہ اس کے صحیح استعمال کے لئے اور اس پر ایک proper check and balance رکھنے کے لئے ایک ایسا mechanism بنایا جائے جس سے سستے اور اچھے انصاف کی صورت کو یقینی بنایا جاسکے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: اب اس کٹ موشن پر کون صاحب بولنا چاہیں گے ؟۔۔۔ جی، جناب محمد سبطین خان!

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! زیر بحث کٹ موشن پر بہت مفصل گفتگو ہو چکی ہے میں صرف اتنی سی گزارش کرنا چاہوں گا کہ پولیس ہماری سٹیٹ کا بہت اہم ادارہ ہے اور لوگوں کی جان و مال کا تحفظ پولیس کے اوّلین فرائض میں شامل ہے۔ پولیس کافی سارے different departments میں بٹی ہوئی ہے جس طرح Operation, Investigation, CID, Special Branch, Highway Police, Motorway Police and Elite Force ہے تو میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ پولیس کے یہ سارے different departments اپنے اختیارات میں رہتے ہوئے کام کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ خوشحال پنجاب اور خوشحال پاکستان ہوگا۔ پولیس جب اپنی duties honestly نبھائے گی تو عام آدمی کو ریلیف ملے گا، عام آدمی کو ریلیف ملے گا تو میرے خیال میں state کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارا ایک بہت اہم ادارہ ہے جس کو Forensic Lab کا نام دیا جاتا ہے، جس کا ذکر نہیں ہوا۔ میں یہ چاہوں گا کہ پولیس کی مدد کے لئے ہمیں Forensic Lab کے نظام کو بہتر کرنا چاہئے تاکہ تفتیش میں پولیس کو آسانیاں پیدا ہوں اور عام بندے کو ریلیف ملے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور گزارش کروں گا کہ ہماری مصالحتی کمیٹیاں ہوا کرتی تھیں اور ایک پنچایتی نظام بھی ہے جو کہ operational نہیں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے گورنمنٹ کو یہ تجویز دینا چاہوں گا کہ اگر پنچایتی نظام اور مصالحتی کمیٹیوں کو تھانہ level پر active کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا

ہوں اور گارنٹی سے یہ بات کرتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت بہتری آئے گی۔اس طرح پولیس efficiently کام کرے گی جس میں society civil کے لوگ بھی ان کی مدد کریں گے۔آپ اچھے لوگوں کو پنچایت اور مصالحتی کمیٹیوں میں لائیں اس سے انشاء اللہ ہم بشرط زندگی اگلے سال بہتری دیکھیں گے۔اگر آپ اس کو implement کرتے ہیں تو انشاء اللہ بڑی مثبت تبدیلی آئے گی اور جرائم کی شرح کم ہو گی۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے تو implement نہیں کرنا۔

جناب محمد سبطین خان: جناب والا! آپ کی وساطت سے میری حکومتی بنچوں سے گزارش ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ ان تجاویز پر عمل کریں گے کیونکہ حکومتی بنچ ہوں یا اپوزیشن بنچ ہوں ہمارا مدعا ایک ہی ہے کہ عام آدمی کو ریلیف ملے۔اس میں خدانخواستہ اپوزیشن credit لینا چاہتی ہے اور نہ حکومت credit لینا چاہتی ہے۔ہم صرف عام آدمی کو ریلیف دینا چاہتے ہیں۔آپ کی وساطت سے اگر میری ان تجاویز پر حکومتی وزراء عمل کریں۔۔۔

MR SPEAKER: It should be a joint venture.

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! میری بالکل یہی گزارش ہے۔میں راناثناء اللہ صاحب کو بھی یہی درخواست کروں گا کہ آپ ان بنچوں پر بیٹھ کر ہمیں بڑے اچھے لگ رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ خوبصورت اِدھر لگتے تھے۔اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔مہربانی۔

جناب سپیکر: آپ ایسی بددعا تو نہ دیں۔آپ کی مہربانی۔محترمہ نبیلہ حاکم علی خان!

محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! یہاں پر بہت سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے لیکن میں بھی اس motion cut کو endorse کرتے ہوئے مختصراً صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ عرصہ دراز سے پولیس کی کارکردگی ہم سب کے سامنے ایک سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔اس کے پیچھے کیا وجوہات ہیں یہاں پر بیٹھا ہر بندہ بخوبی اس سے آگاہ ہے۔اس میں سب سے اہم چیز سیاستدانوں کی involvement ہے۔پولیس کی کارکردگی پر جب بھی کبھی check ہوتا ہے، ان کی کسی irregularity یا negligence of duty پر کوئی بات آتی ہے، کوئی معطلی ہوتی ہے تو سب سے بڑا سفارشی کون ہوتا ہے وہ ایک سیاستدان ہوتا ہے۔اس لئے اس ایوان کے پلیٹ فارم پر میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ خدارا سب سے پہلے ہمیں اپنے رویّوں کو بدلنا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جب تک ہم اپنے رویّوں کو نہیں بدلیں گے ہم کبھی بھی پولیس سے اچھی توقع نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ایک اور معاملہ جب بھی پولیس کی بھرتیوں کا ہوتا ہے تو عوام کی دوڑیں کہاں لگتی ہیں تو وہ ایم پی ایز اور ایم این ایز کی طرف لگتی ہیں۔ یہ سالہا سال سے routine بنی ہوئی ہے۔ میں اس ایوان میں جناب سے یہ بھی گزارش کروں گی کہ اس طرح کی تمام چیزوں کو condemn کیا جائے اور جب تک ہم خود condemn نہیں کریں گے تو کوئی نہیں کر سکے گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں پچھلے کچھ عرصہ میں آرام ہی رہا ہے۔

محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: جناب سپیکر! پولیس کی کارکردگی کو check کرنے کے لئے پولیس آرڈر 2002 میں ایک طریق کار وضع کیا گیا تھا۔ میں بطور چیئر پرسن سیفٹی کمیشن کام کرتی رہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بہت اچھا ادارہ تھا۔ پولیس کی بے لگامی کے لئے اگر آپ کوئی check and balance کا نظام رکھ سکتے ہیں تو وہ ایک خود مختار ادارے کا قیام ہے۔ میں آپ کے توسط سے اس ایوان سے یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ جب ہم joint venture کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہماری عوام کی بھلائی کس طرح سے ممکن ہو سکتی ہے، کس طرح ممکن بنائی جا سکتی ہے اور کس طرح سے انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ میں بطور ایڈووکیٹ خود روز عدالتوں میں پیش ہوتی ہوں اور جس طرح سے ہم انصاف کی دھجیاں اڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، قانون کی دھجیاں اڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اس کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ پولیس پر check and balance ہونا چاہئے اور اس کے لئے خود مختار ادارہ ہونا چاہئے جس کے پاس تمام اختیارات بھی ہوں۔ ہمارے یہاں implementation سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ انشاء اللہ اگر موقع ملا تو کوئی Bill بھی لے کر آئیں گے۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گی کہ ایک آرڈیننس بن جاتا ہے، قانون بن جاتا ہے لیکن رولز وہی پرانے چلے آتے ہیں اس لئے بہت سارے رولز کو بھی amend کرنے کی ضرورت ہے۔ میں شروع میں بھی یہ بات کہہ چکی ہوں کہ جہاں ہمیں اپنے رویّوں کو بہتر کرنا ہے وہیں پر rules میں بھی amendments لانا ضروری ہیں۔ یہ ایوان پولیس کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے ایسی بہت ساری قانون سازی کر سکتا ہے۔ اس بہتری کے لئے صرف اپوزیشن کی جانب سے تجاویز نہیں آنی چاہئیں، ایسا کیوں ہے کہ جب بھی کوئی اچھی بات ہو تو وہ اپوزیشن کی طرف سے ہو۔ ہم سب کو اچھی بات کے لئے اکٹھا رہنا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ اپوزیشن کے معزز ممبران اس cut motion کے ذریعے پولیس کی کارکردگی کو زیر بحث لائے ہیں۔ میں اس خیال سے کہ دوسری بھی انتہائی اہم cut motions ہیں اور ان پر بھی اپوزیشن کے ممبران نے اپنی تجاویز دینی ہیں اس لئے میں اپنی بات کو مختصر رکھوں گا۔ انہوں نے جو تجاویز دی اور باتیں کی ہیں وہ میں نے سب کی سب note down کی ہیں، صرف چند چیزیں جن کی طرف انہوں نے توجہ مبذول کرائی ہے میں ان کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! اپوزیشن کی طرف سے معزز ممبران نے پولیس میں induction یعنی بھرتی کے متعلق بات کی ہے کہ پولیس میں بھرتی میرٹ پر ہونی چاہئے۔ میں اس سلسلہ میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ پولیس میں پچھلے پانچ سال سے یعنی اس دور سے پہلے پاکستان مسلم لیگ (ن) کا دور تھا اس میں تمام کی تمام بھرتی کانسٹیبل سے لے کر اوپر تک میرٹ پر ہوئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ کے علم میں ہے کہ کبھی کسی زمانے میں کانسٹیبل اتنے لاکھ میں اور ASI اتنے لاکھ میں بھرتی ہوتے رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن سے یہ share کروں گا کہ ASI کی بھرتی پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوئی ہے۔ ہم اس مرتبہ پولیس کے سسٹم میں comprehensive reforms کرنے جا رہے ہیں کیونکہ پولیس Criminal Justice System کا اختتام نہیں بلکہ اس کا آغاز ہے اس کے بعد prosecution, trial, judiciary اور پھر jail ہے تو جب تک Criminal Justice System پورے کا پورا reform نہیں ہوگا اس وقت تک صرف پولیس پر توجہ دینے سے یا پولیس کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ اس کی وجہ سے امن وامان کی صورتحال درست نہیں ہے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ ہمارا جو comprehensive reforms کا ایجنڈا ہے اس میں We are going to make broad amendments in CRPC and in Evidence Act اور پولیس میں نئے لوگوں کو لانے کے لئے اِس وقت 708 کے قریب پولیس سٹیشن ہیں۔ ہمارا یہ بھی پروگرام ہے کہ ہم کم از کم اس تعداد سے ڈبل پڑھے لکھے نوجوانوں کو in the rank of Sub Inspector پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پولیس میں بھرتی کریں جن کو بہترین ٹریننگ دیں، اس کے بعد فرانزک لیبارٹری میں train کریں، انوسٹی گیشن کے whole culture کو change کریں اور اس مقصد کے لئے یہ فیصلہ ہو چکا ہے جس کے اوپر اب عملدرآمد ہوگا۔ یہاں پر غالباً ڈاکٹر وسیم صاحب نے بات کی کہ ہمارا انوسٹی گیشن کا سسٹم وہی ہے کہ پہلے ملزم کو پکڑو، اُس پر تشدد کرو

اور اس کے بعد evidence collect کرکے اُس کے خلاف مقدمہ بنایا جائے۔اس ضرورت کا احساس آج سے تقریباً چار سال پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے کیا جس کے لئے ہم نے لاہور میں فرانزک لیبارٹری کے قیام کے لئے کوشش شروع کی اور اِس وقت تقریباً ساڑھے تین ارب روپے کی لاگت سے فرانزک لیبارٹری معرضِ وجود میں آچکی ہے جو پچھلے چھ ماہ سے functional ہے۔اس مالی سال میں اپوزیشن لیڈر نے جب اپنی تقریر فرمائی تھی تو انہوں نے اس بات پر غالباً question بھی raise کیا تھا کہ 66 کروڑ روپے کی رقم فرانزک لیبارٹری کے لئے کیوں رکھی جا رہی ہے؟ یہ رقم اس لئے رکھی جا رہی ہے کہ اس سال فرانزک لیبارٹری پوری طرح سے operative ہو گی جو largest in Asia and second largest in world ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اِس وقت crime scene کو detection کرنے کے لئے اور criminals کو پکڑنے کے لئے دنیا میں اگر کوئی advance ترین لیبارٹری ہے تو وہ یہاں لاہور میں پنجاب فرانزک لیبارٹری ہے۔اس فرانزک لیبارٹری کے پوری طرح سے functional ہونے کے بعد یہ نہ صرف پنجاب بلکہ پورے پاکستان کی ضروریات کو پورا کرے گی۔میں crime scene کے حوالے سے بتاتا ہوں کہ مثال کے طور پر ڈکیتی ہوئی ہے، قتل ہوا ہے یا کوئی بھی واقعہ ہوا ہے جیسے ڈیرہ غازی خان میں خواتین کے ساتھ زیادتی کا واقعہ ہوا تھا جس میں یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ کون لوگ ملزم ہیں لیکن جب وہاں سے مواد لیبارٹری بھیجا گیا تو صحیح ملزمان کو locate اور find out کرتے ہوئے چالان ہوا۔ فرانزک لیبارٹری جب crime scene کو visit کرے گی تو اُس کے بعد تقریباً چودہ قسم کی evidences ہیں جو اُس crime scene سے حاصل ہونے والے مواد کی مدد سے criminals کو identify کریں گی اور اُس identification کا عمل اتنا strong ہو گا جس کے متعلق مجھے ڈائریکٹر جنرل لیب بتا رہے تھے کہ یہ ایک technique ہے اور انسان نے ان چیزوں کو dig out کیا ہے حالانکہ finger print جیسی تمام چیزیں ہمیشہ سے موجود تھیں لیکن ڈی جی لیب کہتے ہیں کہ ہم جس آدمی کو find out کریں گے وہ کروڑوں اور اربوں انسانوں میں وہی ہو گا، کوئی دوسرا نہیں ہو گا۔ ہم اس سسٹم کو ضلعی سطح پر لے کر جائیں گے اور ہم جو نئے لوگ بھرتی کر رہے ہیں وہ بطور انچارج انوسٹی گیشن اور بطور انچارج SHO تھانوں میں لگیں گے جو اس سسٹم سے پوری طرح آگاہ ہوں گے۔اس کے بعد انوسٹی گیشن کے اس سسٹم کے طور پر کہ ملزم کو پکڑو اور ماسوائے اس بات کے کہ اُس کو مارنے یا اس کا اقبالی بیان کروانے کے کوئی اور طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ فرسودہ طریق کار بالکل ختم ہو جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر اپوزیشن کے ایک ممبر غالباً جناب صدیق خان صاحب نے یہ بات بھی کی کہ انوسٹی گیشن کا نظام بڑا غلط ہے کہ جس پولیس افسر کے پاس انوسٹی گیشن چلی جاتی ہے وہی ہر چیز کو مکمل کرنے پر قادر ہوتا ہے اور وہ change نہیں ہوتی۔ پولیس ایکٹ میں یہ کوتاہی تھی اور اس کی approval ہو گئی ہے۔ پولیس ایکٹ میں انوسٹی گیشن کا پورا ایک chapter ہے جس کو altogether change کرنے کے لئے اسی اجلاس میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ Bill لائیں گے یا اجلاس کے بعد آرڈیننس نافذ کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، پولیس آرڈر 2002 ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہم پولیس آرڈر 2002 میں through Ordinance or Bill within next two weeks amendments لا رہے ہیں جس میں انوسٹی گیشن کا معاملہ پوری طرح سے حل ہو جائے گا۔ اسی طرح بعض معزز ممبران نے CCTV کیمروں کے حوالے سے بات کی ہے تو یہ درست ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ چوک میں ایک کانسٹیبل ڈنڈا یا بندوق لے کر کھڑا ہو اور وہ پورے محلے کو اس طریقے سے کنٹرول کرے۔ اب CCTV کیمرے کا دَور ہے۔۔۔

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں مزید مختصر کرتے ہوئے صرف تین باتیں جو اپوزیشن کی طرف سے کی گئی ہیں اُن کی مختصراً وضاحت کروں گا۔ registration of FIRs کے بارے میں دو تین معزز ممبران نے بات کی ہے جس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ FIRs کی رجسٹریشن کے طریق کار کو ہم تبدیل کرنے جا رہے ہیں اور اس کا طریق کار ایسا بنایا جائے گا کہ جو آدمی complaint لے کر تھانے جائے گا اُس کے لئے باقاعدہ ہم ایک سسٹم evolve کریں گے کہ اُس کو track کیا جا سکے تاکہ پتا چل سکے کہ اُس آدمی کے complaint کرنے کے بعد کتنی دیر تک پولیس کی طرف سے response نہیں آیا یا اُس میں کتنا delay ہوا ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح یہاں پر police encounters کی بات ہوئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ police encounters میں پولیس کے جوان اور افسران بھی شہید ہوئے ہیں۔ الیکشن سے

پہلے اپوزیشن نے اس بات پر بڑا شور کیا، میڈیا میں بھی بعض حلقوں کے متعلق negative انداز میں بات آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی لیکن اُس وقت بھی ہمارا یہ دعویٰ تھا اور آج بھی ہم اس میں سُرخرو ہیں کہ پنجاب میں کوئی police encounter اس بنیاد پر نہیں ہوا کہ کسی پولیس افسر نے اپنی ذاتی ہوس یا ذاتی عناد کی بنیاد پر کسی کو نشانہ بنایا ہو یا پنجاب میں کسی بھی encounter کے پیچھے کوئی political consideration ہو۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو اس الیکشن میں ہر چیز سامنے آ جاتی۔ Police encounters میں ایسے ایسے گینگ جیسے شیخوپورہ میں سالار بھٹیاں کا گینگ تھا جنہوں نے اُس پورے علاقے میں ایسی تباہی مچائی ہوئی تھی کہ ہر چوتھے دن کسی نہ کسی کا اغواء برائے تاوان کرتے تھے اور تاوان حاصل کرنے کے بعد اُس آدمی کو رہا کرتے تھے۔ اُن کی اتنی دہشت تھی کہ لوگ اُن کے خلاف مقدمہ درج کروانے سے بھی گھبراتے تھے لیکن مجھے افسوس ہے کہ یہاں یہ کہا گیا کہ police encounter میں ماؤں کے لختِ جگر اُن سے چھینے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لختِ جگر جن کے خلاف 23/23 اغواء، ریپ اور ڈکیتی کے مقدمات ہیں اُن لختِ جگروں کو چاہئے کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بے گناہ ہیں تو اپنے آپ کو عدالت میں پیش کریں اور قانون کا shelter لیتے ہوئے قانون کے سامنے خود کو پیش کریں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی ان تک دسترس کرے گا لیکن اگر کوئی آدمی قانون کو defy بھی کرے اور ڈکیتیوں کی ایک لمبی داستان اس کے ساتھ attach ہو اور پھر وہ یہ کہے کہ پولیس میرے نزدیک نہ آئے تو ایسے پولیس افسروں کے خلاف پنجاب حکومت سخت action لے گی جن کے اضلاع میں ایسے اشتہاری ہیں جو کہ ڈکیتی اور قتل کے مقدمات میں ملوث ہیں اور پولیس ان کے پیچھے نہیں جا رہی۔ یہاں پر اشتہاریوں کی تعداد کی بات بھی ہوئی کہ 52 ہزار اور اتنے ہزار اشتہاری ہیں تو میں یہاں پر وہ figures پیش نہیں کرنا چاہتا۔ اگر 52 یا 53 ہزار ایک سال کا figure ہے تو جو پکڑے جاتے ہیں ان کا figure بھی 64 ہزار یا 65 ہزار ہے۔ دراصل اس میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے مقدمات میں عدالتی طور پر اشتہاری ہو جاتے ہیں اور بعد میں بعض اوقات کارکردگی دکھانے کے لئے اشتہاری قرار دلوا کر انہیں پکڑا جاتا ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ وہ لوگ جو ڈکیتی اور قتل میں اشتہاری تھے، ان کے خلاف بھرپور کارروائی کی گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پولیس کو اس بات کے اوپر پوری طرح سے force کیا جائے گا کہ اس قسم کے جو outlaw ہیں وہ ان کے پیچھے جائے، انہیں گرفتار کرے اور اگر وہ resist کریں تو انہیں جہنم واصل کرے۔

جناب سپیکر! V.V.I.P سکیورٹی کی بات ہوئی ہے اور ایک دو دوستوں نے کچھ figures بھی count کئے ہیں۔ دراصل یہ تعداد کسی فرد واحد کے لئے نہیں ہے۔ V.V.I.P سکیورٹی ایک wing ہے اور وہ wing ان تمام لوگوں کو سکیورٹی دینے کا پابند ہے جنہیں terrorist attack کا خطرہ ہے اور جہاں تک کسی بھی اعلیٰ شخصیت، حکومتی شخصیت یا کسی عدالتی شخصیت کے اہل خانہ کو سکیورٹی دینے کی بات ہے تو شہباز تاثیر کے اغواء کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس بات کو afford نہیں کر سکتے کیونکہ جس ملک میں اس قسم کے خطرات موجود ہوں تو اسی کے حساب سے معاملات کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اس میں سب سیاستدان نہیں ہیں یہ ایک بڑا غلط تاثر ہے کہ سیاستدانوں کو سکیورٹی فراہم کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بہت سے علمائے کرام بھی ایسے ہیں جنہیں ان خطرات کے مطابق سکیورٹی دی گئی ہے۔ ایک صاحب میرے شہر کے تھے وہ ہمارے خلاف تھے اور میرے ہی شہر میں کم از کم 40 ایلیٹ اور پولیس کے security personnel کو لے کر گارڈ کے طور پر گھومتے تھے۔ سارا دن وہ میرے خلاف گالیاں دیتے اور بات بھی کرتے تھے لیکن ہم نے کبھی بھی ان کی سکیورٹی کو ہٹانا تو کیا کم بھی کرنے کا نہیں سوچا کیونکہ انہیں واقعی مذہبی فرقہ واریت کی وجہ سے خطرہ تھا اس لئے حکومت کی ذمہ داری تھی کہ انہیں سکیورٹی دی جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بات معزز ممبران اپوزیشن سے share کرنا چاہوں گا کہ پولیس کا بجٹ پچھلے سال 64۔ارب 52 کروڑ روپے اور اس سال 70۔ارب 13 کروڑ روپے کے قریب ہے۔ 70۔ارب روپے کے پولیس بجٹ میں 61۔ارب 27 کروڑ روپے تو صرف تنخواہوں کا ہے اور تقریباً 5.5۔ارب روپے کے P.O.L charges ہیں۔ اس کے علاوہ یوٹیلٹی بلز ہیں، یونیفارم کا خرچہ ہے۔ اس کے بعد آپ دیکھ لیں کہ اس پولیس کو اسلحہ سے لیس کرنے کے لئے، گاڑیاں خرید کر دینے کے لئے، وائرلیس سیٹ خرید کر دینے کے لئے، بلٹ پروف جیکٹس خرید کر دینے کے لئے اور advance technique کی وہ دوسری چیزیں جن کی آپ نے بات کی تو پھر اس 70۔ارب روپے میں سے کیا باقی بچتا ہے۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ پولیس کی موجودہ کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لئے زیادہ نہیں ہے بلکہ کم ہے۔ اسے اپوزیشن سے تمام پروگرام کو share کرنے کے بعد ہم پولیس کی جو بھی ضروریات ہیں، C.C.T.V کیمرے، بلٹ پروف جیکٹس اور گاڑیوں کے حوالے سے ہو تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ پوری کریں گے اور comprehensive reforms کرنے کے بعد تھانہ کلچر کو ختم کرنے کا جو وعدہ اپنی پہلی speech میں وزیر اعلیٰ خادم پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے کیا ہے،

انشاء اللہ تعالیٰ اس سال میں پورا کریں گے اس لئے میری آپ سے استدعا ہے کہ کٹوتی کی اس تحریک کو خارج کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"70۔ارب 51کروڑ 53لاکھ 33ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر P.C-21013پولیس کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 70۔ارب 51کروڑ 53لاکھ 33ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21015

جناب سپیکر:اب مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم ہے۔جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ(میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 38۔ارب 31کروڑ 49لاکھ 45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہے، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 38۔ارب 31کروڑ 49لاکھ 45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہے، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2014 کو ختم ہونے

والے مالی سال14-2013کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات
کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب! اس کو کوئی oppose کرے گا؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! I oppose it

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر P.C-21015 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل معزز ممبران کی طرف سے موصول ہوئی ہے میاں محمود الرشید، ملک تیمور مسعود، راجہ راشد حفیظ، جناب محمد عارف عباسی، محترمہ سعیدہ سہیل رانا، ڈاکٹر صلاح الدین خان، جناب محمد سبطین خان، محترمہ نبیلہ حاکم علی خان، ڈاکٹر مراد راس، جناب ظہیر الدین خان علیزئی، محترمہ ناہید نعیم، جناب وحید اصغر ڈوگر، جناب عبدالمجید خان نیازی، چودھری مونس الٰہی، سردار وقاص حسن موکل، جناب محمد صدیق خان، جناب محمد آصف، جناب اعجاز احمد خان، جناب اعجاز حسین بخاری، ڈاکٹر نوشین حامد صاحبہ، جناب احمد خان بھچر، میاں محمد اسلم اقبال، محترمہ راحیلہ انور، جناب مسعود شفقت، جناب جاوید اختر، محترمہ شُنیلہ رُوت، خان محمد جہانزیب خان کھچی، میاں ممتاز احمد مہاروی، محترمہ ثمینہ خاور حیات، چودھری عامر سلطان چیمہ، سردار محمد آصف نکئی، محترمہ باسمہ چودھری، جناب احمد شاہ کھگہ، ڈاکٹر محمد افضل، قاضی احمد سعید، خواجہ محمد نظام المحمود، سردار شہاب الدین خان، مخدوم سید مرتضیٰ محمود، رئیس ابراہیم خلیل احمد، محترمہ فائزہ احمد ملک اور ڈاکٹر سید وسیم اختر! جی، میاں صاحب! اس کو کون oppose کرے گا؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"38۔ارب 31 کروڑ 49 لاکھ 45 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 "تعلیم" کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"38۔ارب 31 کروڑ 49 لاکھ 45 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 "تعلیم" کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر تعلیم (رانا مشہود احمد خان): جناب سپیکر! I oppose it

جناب سپیکر: اس کو oppose کر دیا گیا ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر مراد راس: شکریہ۔جناب سپیکر!آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو بھی میں یہاں بات کروں گا وہ exact figures کے ساتھ کروں گا۔ سب سے پہلے تو میں حکومت کو اس بات پر مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ اس نے تعلیم پر بجٹ 79.5 بلین سے بڑھا کر 89.12 بلین کر دیا جائے۔ مگر اس میں ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ کتنی چیزوں میں کمی آئی اور کن چیزوں کے ساتھ problem create ہوئیں۔ان میں ہمیں allocation of resources دیکھنا پڑیں گی۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ alternate کوئی تجویز دیں جس کو حکومت اپنائے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر!میں تجویز دینے لگا ہوں لیکن جب تک ان مسائل کو بتایا نہیں جائے گا کہ exactly problems ہیں کیا اس وقت تک پتا نہیں چلے گا۔ جب تک میں بھی ان نمبروں کی detail میں نہیں گیا تھا اس وقت تک مجھے بھی پتا نہیں چل سکا کہ کتنی problems ہیں۔ میں یہاں کچھ figures دیتا ہوں۔ 4 سے 9 سال کی عمر کے 28 فیصد بچے سکولوں سے باہر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ باتیں نوٹ کی جائیں کیونکہ یہ 13-2012 کے exact figures ہیں۔ 5 تا 16 سال کی عمر کے سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد 9.3 ملین ہے۔ ساڑھے 12 فیصد پرائمری سکولوں میں پینے کا پانی نہیں ہے۔ میں صاف پانی کی بات نہیں کر رہا ہوں یہ پینے کا پانی ہے جو موجود نہیں ہے۔ 42 فیصد پرائمری سکولوں میں بجلی نہیں ہے۔ یہ 42 فیصد سکول کتنے بنتے ہیں میں ان کی exact figures بتانا چاہوں گا کہ وہ 19621 بنتے ہیں۔ 18 فیصد پرائمری سکولوں میں بیت الخلاء نہیں ہے اس کے exact figures 8646 ہیں۔ یہ وہ نمبر ہیں جو عام پبلک میں باہر نہیں آتے۔ 18.9 فیصد پرائمری سکولوں میں چار دیواری نہیں ہے۔ 1501 سکول ایسے ہیں جن کی بلڈنگیں خطرناک ہیں جن میں بچوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے پچھلے سال 20 فیصد بجٹ کو استعمال نہیں کیا گیا، وہ کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ بتایا نہیں گیا۔ تعلیم کا بجٹ صرف 80 فیصد استعمال کیا گیا ہے یہ اگر

20 فیصد استعمال کیا جاتا تو شاید وہ مشکلات جو میں نے ابھی بتائی ہیں ان میں کمی آ سکتی۔

جناب سپیکر!اس سے اگلا point جو میں لے کر آنا چاہتا ہوں وہ سکول ایجوکیشن کے بارے میں ہے۔ 13-2012 میں سکول ایجوکیشن کا بجٹ 15.5 بلین approve ہوا۔ اس میں سے سب

سے حیران کن چیز یہ ہے کہ صرف 1.07استعمال کیا گیا اور ان کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو فنانس ڈیپارٹمنٹ نے ان کو بروقت releaseنہیں کیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو آپ کے وہاں ذمہ دار تھے ان میں اتنی اہلیت ہی نہیں تھی کہ وہ اس فنڈز کو استعمال کر سکتے۔15.5 بلین کے فنڈ میں سے صرف 1.7 کو استعمال کیا گیا۔ سکولوں کے جو حالات میں نے بتائے ہیں وہ انہی وجہ سے ہیں کہ فنڈز کو allocateتو کر دیا جاتا ہے لیکن انہیں استعمال نہیں کیا جاتا۔ اگلاpointیہ ہے کہ سال2012-13میں implementation کی speed اتنی slow تھی کہ پہلے پانچ مہینے کے اندر جو کام مکمل کیا گیا وہ 0.2فیصد تھا۔ میں ایک یا آدھے فیصد کی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ0.2 فیصد تھا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن کی طرف جائیں تو لاہور اور فیصل آباد نے پورے پنجاب کا9 فیصد بجٹ استعمال کیا باقی 7ضلعوں میں29 فیصد بجٹ استعمال کیا گیا۔ یہ کل 40 فیصد بجٹ9ضلعوں میں استعمال کیا ہے اور باقی ضلعوں کا کیا بنا ہو گا؟ یہ ضلعوں میں equal distributionنہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ equal distribution نہ بھی ہو کیونکہ کئی جگہوں پر زیادہ سکول ہوتے ہیں جو اربن ایریا ہیں وہاں زیادہ سکول ہوتے ہیں وہاں زیادہ فنڈز چاہیئے ہوتے ہیں مگر اتنی زیادہ ناانصافی نہیں ہونی چاہئے کہ صرف 9اضلاع 40 فیصد بجٹ استعمال کر رہے ہیں اور باقی اضلاع کے لئے 60 فیصد بجٹ چھوڑ دیا گیا ہے۔18 ایسی سکیموں پر کام کیا گیا جنہیں اس ایوان نے کبھی پاس ہی نہیں کیا۔ ان میں سے چار سکیمیں سکولز ایجوکیشن کی تھیں ان پر 1325 ملین لگا ہے۔ 14 سکیمیں ہائر ایجوکیشن کی تھیں جن پر 433 ملین لگا ہے۔2012-13 کے اندر 53 سکیمیں سکولز ایجوکیشن اور 55 سکیمیں ہائر ایجوکیشن کیapprove کی گئی تھیں۔ سال 2012-13 کے بجٹ کے اندر ان کے لئے کچھ کرنے کے لئے ایک روپیہ بھی نہیں رکھا گیا۔ 108 سکیموں کو مکمل کرنے کے لئے اس سال اور اگلے سال2013-14 کے بجٹ میں کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ مراد راس صاحب!

ڈاکٹر مراد راس: میں آپ کو بڑی حیران کن بات بتاتا ہوں جو میں نے2012-13 کے بجٹ کے اندر پڑھی اور میرے لئے بڑی پریشان کن تھی کہ merit basedبجٹ کے لئے 50 ملین روپے رکھے گئے۔ اگر آپ بجٹ کے اکاؤنٹس اور کتابیں دیکھیں تو ایک روپیہ بھی اس میں استعمال نہیں کیا گیا اور ان چیزوں پرadvertisementاتنی کی جاتی ہے کہ ہم سٹوڈنٹس کو سکالر شپ دے رہے ہیں، یہ کر رہے ہیں اور وہ کر رہے ہیں۔ اس کے لئے 50 ملین روپیہ رکھا گیا اور اس میں سے ایک روپیہ خرچ نہیں کیا گیا

اب اس کو بڑھا کر 99.9 یعنی 100 ملین کر دیا گیا ہے۔ وہ کس طرح استعمال ہو گا؟ اس میں صرف یہ request ہے کہ ان چیزوں کو جب allocate کیا جائے تو ان کو صحیح طریقے سے استعمال بھی کیا جائے۔ کتنے بچے ایسے ہیں جن کو ان پیسوں کی ضرورت ہے، جن کو تعلیم کی مشکلات ہیں اور ان کو یہ پیسے دیئے جا سکتے ہیں کیونکہ یہ allocate کئے ہوئے ہیں اور یہ approve کئے گئے ہیں، وہ ابھی تک کیوں نہیں دیئے گئے؟ ان چیزوں کی اتنی ضرورت ہے جن پر کوئی دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہے اور کسی نے point out نہیں کیا کہ بچوں کو یہ 50 ملین کیوں نہیں دیا گیا؟ (نعرہ ہائے تحسین)

اس بات کو دیکھا بھی نہیں کہ اس فنڈ کو استعمال کیا، نہیں کیا، کیوں نہیں کیا اور اس کو ڈبل کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں اگلے point پر چلتا ہوں کہ P.E.A.S ایک بڑا اچھا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ مجھے پتا ہے کہ کافی لوگوں کو پتا نہیں کہ P.E.A.S کیا ہے؟ Punjab Education Assessment System ہے۔ اس نے چوتھی کلاس کے بچوں کی پوری assessment کی۔ میں ذرا آپ کو تھوڑی سی detail بتانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک بڑا ہی اچھا ڈیپارٹمنٹ ہے جو کہ حکومت نے بنایا ہے۔ یہ assessment کرتا ہے کہ جو چیزیں students کے لئے کی جا رہی ہیں ان کا کوئی فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔ آپ یہ سوچیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ انہوں نے چوتھی کلاس کے لئے ایک assessment کی جس میں 73 فیصد Math students، 76 فیصد اردو، 87 فیصد سائنس، باقی Social Studies students اور دیگر شعبہ کے تھے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب ان بچوں کا test لیا گیا تو وہ سب ان میں below average تھے۔ ہم resources اور دوسری سب چیزیں allocate کر رہے ہیں اور ہمیں P.E.A.S بتا رہا ہے کہ ان بچوں کا جو level ہے یعنی basic subject میتھ، سائنس، اردو، Social Studies میں below average ہے۔ آپ ان کو کس specialty یا کس side میں لے کر جائیں گے کیونکہ وہ تو basic education میں ہی below average ہیں۔

جناب سپیکر! پچھلے بجٹ 13-2012 کو پڑھنے پر میرے لئے ایک حیران کن چیز جاریہ اور ترقیاتی بجٹ میں بہت فرق تھا یعنی جاریہ بجٹ 134 فیصد استعمال کیا گیا تھا، کمال ہو گیا۔ پہلی دفعہ مجھے ایسا نظر آیا کہ اتنی زیادہ over efficiency دکھائی گئی کہ اس کو 134 فیصد استعمال کیا گیا۔ مجھے کوئی ایسا نمبر نظر نہیں آیا جہاں پر پورے بجٹ یا ایجوکیشن کے پورے ڈیپارٹمنٹ کے اندر اتنی over efficiency دکھائی ہو کہ 134 percent of budget was used اور آپ دوسری side پر چلے جائیں تو ترقیاتی بجٹ صرف 48 فیصد استعمال ہوا ہے۔ آپ یہ فرق دیکھیں کہ 48 فیصد جو ترقیاتی بجٹ استعمال

ہوا اس کی وجہ سے وہی conditions ہیں جو کہ میں نے سب سے پہلے اپنی بات شروع کرنے پر بتائیں۔ جب ان کی وجہ سے بجٹ 48 فیصد استعمال ہو گا تو حالات ٹھیک نہیں ہوں گے اور ایجوکیشن کے حالات بہتر نہیں ہو سکیں گے۔ ایک اور ادارہ P.M.I.U جو کہ Project Monitoring and Implementation Unit کے نام سے ہے یہ بھی بڑا اچھا ادارہ ہے۔ 13-2012 کے بجٹ میں ان کے لئے 7 plus بلین روپے کا بجٹ رکھا گیا اور اس میں سے بھی صرف 4 بلین روپے something روپے استعمال کیا گیا۔ بجٹ allocate کیوں کرتے ہیں جب اس کا پورا استعمال نہیں کرنا؟ آپ پہلے ہی ملک کے حالات دیکھیں کیا ہیں۔ ہم بجٹ allocation ایسے کر دیتے ہیں جیسا کہ اس ملک کے حالات بہت successful اور زبردست ہوں۔ یہ ڈیپارٹمنٹ P.M.I.U ساری assessment کر رہا ہے، آپ کے گھوسٹ سکولوں کے اندر جو ڈیپارٹمنٹ کی evaluation اور missing facilities ہیں یہ ان کے بارے میں کام کرتے ہیں۔ ہمارے sixty-four thousands سکول ہیں لیکن ایسے ڈیپارٹمنٹ کے ہوتے ہوئے اس کے بجٹ کو پورا استعمال نہیں کیا جا رہا جس کی وجہ سے گھوسٹ اور دوسری قسم کے سکولوں میں ساری problems آ رہی ہیں جن میں students کے لئے پورے لوازمات ہی نہیں ہیں کہ وہ وہاں جا کر تعلیم حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! 13-2012 کے بجٹ میں 500 ملین روپے سیلاب سے متاثر ہونے والے سکولوں کے لئے رکھے گئے تھے۔ ایک اور ایسا زبردست account جس میں سے ایک روپیہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ ایک اور بات کہ جب یہ سیلاب آیا تھا تو اس وقت 2 بلین روپے کا estimate لگایا گیا تھا کہ وہ اس پر لگیں گے لیکن اس کا پہلا حصہ 500 ملین روپے کا آیا اور استعمال ہی نہیں ہوا۔ حکومت کو یہاں پر ان چیزوں کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا کہ سکالرشپ فنڈز کیوں نہیں استعمال کئے جا رہے؟ سیلاب کے فنڈز کیوں نہیں استعمال کئے جا رہے؟ اگر یہ فنڈز استعمال ہی نہیں ہوں گے تو ان جگہوں کو کس طرح بہتر کیا جائے گا؟ اگر advertisement کی جا رہی ہے کہ ان فنڈز کو استعمال کیا جا رہا ہے تو کن accounts سے استعمال کیا جا رہا ہے؟ یہ بھی سامنے آنا چاہئے کیونکہ ان چیزوں کے advertisement expense ہیں۔ ہم ہر جگہ پر بورڈ لگے ہوئے دیکھتے ہیں اور ٹی وی پر ad دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کا استعمال ہو رہا ہے مگر جب آپ بجٹ کے accounts دیکھیں تو اس میں zero ہیں اور use کچھ بھی نہیں ہوا اس لئے اس میں یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ فنڈز کن accounts سے استعمال کئے جا رہے ہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ ٹریژری بنچوں کے لئے دانش سکول ایک بہت sensitive topic ہے۔ میں ایک چیز کہنا چاہتا ہوں کہ میں بالکل دانش سکول کے خلاف نہیں ہوں۔ دانش سکول ایک بہت اچھا project ہے لیکن ہمیں اس پر priorities دیکھنا پڑیں گی اور وہ میں آپ کو facts and figures کے ساتھ ابھی بتا دیتا ہوں۔ آپ کو یہ پہلی دفعہ facts and figures ملیں گے جو کہ دانش سکول کے regarding ہیں۔ میں بہت ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ عام پبلک کو یہ facts and figures ملتے ہی نہیں تبھی تو میں یہ facts and figures لے کر آیا ہوں تاکہ ان میں کوئی آگے پیچھے نمبر نہ ہوں۔ میں آپ کو دانش سکول کے regarding facts and figures بتاتا ہوں۔ دانش سکول کے لئے 3۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اسی 3۔ارب روپے کے اندر کیا کیا جا سکتا ہے؟ اگر ہم یہ پیسا دانش سکول پر نہ لگائیں جو کہ بہت اچھا project ہے مگر وہ اس وقت priority پر نہیں ہے۔ ہمارے جو currents schools ہیں ان میں سے 660 پرائمری سکول مڈل کی سطح تک upgrade کئے جا سکتے ہیں۔

جناب محمد وحید گل: جناب سپیکر! یہ NGOs کی figures ہیں جو بتائی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جی، کیا کریں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ڈاکٹر مراد راس: نہیں، نہیں۔ بتائیں کیا کریں؟ یہ NGOs کی نہیں actual figures ہیں۔ دیکھیں! آپ بھی پاکستانی ہیں، ہم بھی پاکستانی ہیں، ہمیں سب کو مل کر اپنے ملک کا خیال رکھنا ہے اس میں کوئی ٹریژری بنچوں اور اپوزیشن کی بات نہیں ہو رہی، یہ ہم سب کے لئے ہے۔ ہمارے بچوں نے پڑھنا اور آگے بڑھنا ہے، ہمارے پاکستانی بچوں، بہنوں اور بھائیوں نے پڑھنا ہے۔ میں یہ بتاؤں گا کہ جو 660 پرائمری سکولوں کی بات ہو رہی تھی وہ پرائمری سے مڈل سکول کی سطح پر لے جائے جا سکتے ہیں اور 500 مڈل سکول سیکنڈری سکول کی سطح تک upgrade کئے جا سکتے ہیں۔ دانش سکول میں ایک بچے پر ماہانہ خرچہ 16 ہزار 4 سو روپے ہے اور ایک بچہ جو عام سرکاری سکول میں پڑھتا ہے اس کا خرچہ 16 سو روپے ہے۔ آپ ذرا یہ difference دیکھیں کہ 16 ہزار 4 سو روپے دانش سکول کے اندر اور گورنمنٹ سکول کے اندر 16 سو روپے ہے۔ اگر آپ اس difference کو دیکھیں تو کتنے اور بچوں کو تعلیم دی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اس کو 16 سو روپے سے 32 سو روپے پر لے جائیں یا آپ اس کو 5 ہزار روپے پر لے جائیں پھر بھی دیکھیں کہ کتنے اور بچوں کی ایڈیشنل تعلیم میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ساری بات priority

کی ہے کہ priority کس چیز کی ہے؟ جب تک ہم نے اپنی priorities ٹھیک نہ کیں، دانش سکول بڑا اچھا project ہے مگر دانش سکول جیسا project تب آنا چاہئے جب ہماری یہ باقی ساری ضروریات پوری ہو چکی ہوں۔ ایک بلین روپے لیپ ٹاپ کے لئے رکھ دیئے گئے۔ ایک بلین روپے سے وہی آپ break down per computer کریں تو دیکھیں گے کتنے بچوں کی تعلیم اس میں adjust کی جا سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لیپ ٹاپ بڑی اچھی سکیم ہے لیکن یہ سب چیزیں تب کرنی چاہیئں جب ہماری باقی چیزیں پوری ہوں یعنی جو ہماری basic requirements ہیں۔ جب basic requirements پوری ہوں تو یہ سب چیزیں بڑے اچھے پروگرام ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: Please آپ انہیں بات کرنے دیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں آپ کو ایک چیز بتاؤں کہ میں پنجاب کے ایک ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک ہفتہ پرانی بات ہے وہ جو سکول کی تصویریں مجھے دکھا رہے تھے، سکول کی conditions مجھے دکھا رہے تھے اور میں لاہور کے ارد گرد کی بات کر رہا ہوں زیادہ دور نہیں جا رہا۔ بچیاں درختوں کے سائے میں بیٹھ کر پڑھ رہی تھیں اور مجھے تصویریں اس طرح دکھائی گئیں کہ جب سایہ move کرتا تھا تو اس کے ساتھ ساتھ وہ کلاس move کر رہی تھی۔ کئی سکولوں کے یہ حالات ہیں، ایجوکیشن کے یہ حالات ہیں۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ ہمیں ایجوکیشن پر کس طرح spend کرنا چاہئے؟ ان حالات میں ہم سٹوڈنٹ پر 16 ہزار 4 سو روپے لگائیں یا اس کو تیس چالیس ہزار روپے کا لیپ ٹاپ دیں۔ جب بچوں کو ایجوکیشن دینے کے لئے چار دیواری نہیں ہے، کرسی میز نہیں ہے، لائٹ نہیں ہے، واش روم نہیں ہیں، کچھ بھی نہیں ہے، یہ treasury benches یا اپوزیشن کے issues نہیں ہیں بلکہ یہ ہم سب کے issues ہیں اس لئے یہ ہم سب کو commonly دیکھنے چاہیئں۔ میں اپنا آخری point کہنا چاہتا ہوں کہ according to the Constitution, Article 25(A) پانچ سے سولہ سال کے بچوں کے لئے لازمی اور بلا معاوضہ تعلیم کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے تو I think میں نے جو ساری چیزیں کہی ہیں وہ facts and figures کے ساتھ کہی ہیں، اگر ہم نے ابھی بھی اپنی priorities ٹھیک نہ کیں، فنڈز، جس چیز کے لئے دیئے گئے ہیں ان کو صحیح جگہ پر استعمال نہ کیا اور کچھ فنڈز ہم نے extra چیزوں کے لئے رکھ دیئے ہیں جن کی ابھی ہمیں ضرورت نہیں ہے ان کو صحیح جگہ پر allocate کیا جائے۔ اگر ہم نے اپنی priorities ٹھیک نہ کیں تو ہمارا ایجوکیشن سسٹم بہتر نہیں ہو

سکتااس میں reforms لانی پڑیں گی، اس میں changes لانی پڑیں گی اور اس میں سب سے ضروری چیز ہمیں اپنی priorities ٹھیک کرنا پڑیں گی۔ بہت بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، جناب محمد صدیق خان!

جناب محمد صدیق خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی cut motion کو اس حوالے سے endorse کرتا ہوں کہ اس cut motion کی جو spirit ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے education system کو evaluate کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ اس کے اثرات کس حد تک ہمارے ملک کی عوام تک پہنچ رہے ہیں؟ basically 38۔ارب 31 کروڑ 49 لاکھ 45 ہزار روپے کی رقم functionaries کی saving کے لئے رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ otherwise ان کے expenditures ہیں۔ اس cut motion میں کمی کی جو تجویز دی گئی ہے میں اس حوالے سے عرض کروں گا کہ کچھ دن قبل میں نے اخبار میں پڑھا کہ 70 ghost schools جس پر سپریم کورٹ نے suo moto notice کے تحت ایکشن لیا تھا اور ایک mechanism evolve کیا تھا جس میں صرف اور صرف جنوبی پنجاب کا آخری ضلع، ضلع کا نام مجھے یاد نہیں اس mechanism کے ذریعے جو earth out ہوا وہ ستر ghost schools تھے۔ آج بھی وہ کیس سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے تو میں عرض کرتا چلوں کہ پھر اس بجٹ کا جو savings package ہے اور جو otherwise expenditures ہیں اس میں پچھلے سال کی نسبت اضافہ کر دیا گیا ہے اور یہ ستر سکول بند پڑے ہیں۔ اس حوالے سے cut motion میں کمی ضروری ہے۔ دوسری بات میں یہ عرض کرتا چلوں، کہتے ہیں کہ سب سے مقدم چیز Rule of Law ہے، تعلیم اور صحت اس ملک کے ہر باشندے کا ایک قانونی اور آئینی حق ہے۔ اس ملک میں طبقاتی تعلیم کو رواج دیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے discrimination ہو رہی ہے، ہمارے ملک کا آئین کسی جگہ پر بھی discrimination کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس سے fundamental rights erode ہوتے ہیں۔ میرے فاضل ممبر نے پنجاب حکومت کے دانش سکول کی بات کی۔ میں کہتا ہوں کہ ایک طرف تو چھ ڈسٹرکٹ کے لوگوں کو یعنی چند سو لوگوں کو یہ سہولت ملے گی لیکن جو میرے گاؤں کا پرائمری سکول ہے اور جو میرے گاؤں کے بچے ہیں ان کے ساتھ کتنی زیادتی ہو رہی ہے، کیا یہ disparity نہیں ہے، کیا یہ قانون اور آئین کی violation نہیں ہے، کیا یہ discrimination نہیں ہے؟ اس لئے میں عرض کروں گا کہ ایک یونیفارم تعلیمی سسٹم لانا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات جو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے حوالے سے 7.50 billion

rupees allocate کئے گئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ لاہور کے لوگ تو جدید تعلیم سے آراستہ ہوں گے لیکن میرے گاؤں کے بچے جہاں اس طرح کا انگلش میڈیم سکول نہیں ہے، جہاں Edexcel System نہیں ہے، Cambridge System موجود نہیں ہے، سنگجانی میں، پنڈی شہر میں، ٹیکسلا میں ان بچوں کو یہ سہولت کیوں نہیں دی جا رہی؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی discrimination ہے اور Constitution کی violation ہے کیونکہ اس ملک کا ہر باشندہ اس ٹریژری سے اتنا ہی حقدار ہے جتنا کہ کوئی جنوبی پنجاب کا حق دار ہے، سنٹرل پنجاب کا حق دار ہے اور پوٹھوہار کا حق دار ہے۔ میں عرض کروں گا کہ ایک یونیفارم سسٹم لانا چاہئے، اس میں discrimination ختم کرنی چاہئے، چاہے وہ دانش سکول کی شکل میں ہو یا پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی allocation کی شکل میں ہو، میں evaluate کرتا ہوں، جیسا کہ میں نے ستر ghost schools کی بات کی، یہ good governance کے ثمرات ہیں اور یہ matter تو سپریم کورٹ میں already put up ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کون سا ڈسٹرکٹ بتا رہے تھے، کیا آپ کو اس کا نام یاد ہے؟

جناب محمد صدیق خان: ڈسٹرکٹ تو میں ابھی نہیں بتا سکتا لیکن ایک دو دن میں بتا دوں گا۔ میرے پاس اخبار پڑا ہے۔ Suo moto notice کے تحت یہ mechanism کس نے evolve کیا ہے؟ سپریم کورٹ نے۔ میرے خیال میں through Session Judges انہوں نے سروے کروایا ہے۔ تیسری بات ایجوکیشن سیکٹر میں political posting کے حوالے سے کروں گا، ہمارا جو curriculum یا نصاب ہے آج دنیا کی جو جدید قومیں ہیں، جنہوں نے اپنے آپ کو civilized حیثیت سے منوایا ہے ان کے پاس ایک ہی weapon تھا ایجوکیشن اور جدید ٹیکنالوجی۔ ہمارا وہی فرسودہ curriculum ہے جو ہمیں اپنے بچوں کو ہنود و یہود، جو ہمارے ابدی دشمن ہیں ان کے مقابلے میں لانے کے لئے competable نہیں ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اس کی تبدیلی کے لئے اس بجٹ میں کوئی بھی provision موجود نہ ہے۔ تیسری بات، میں خود بھی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے functionaries کا متاثر شخص ہوں۔ ان کو الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے ایک ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ آپ نے as a PO, as a APO اور جو دیگر سٹاف ہوتا ہے اس کے تحت الیکشن conduct کروانے ہیں، پاکستان کا میڈیا چاہے وہ الیکٹرانک میڈیا ہے، پریس میڈیا ہے، وکلاء کمیونٹی یا جوڈیشری ہے وہ اس الیکشن کو manipulate کرنے کا گواہ ہے۔ یہ سیاسی پوسٹنگ کے ثمرات ہیں کہ جو لوگ difference of opinion رکھتے ہیں حالانکہ کہتے ہیں کہ Divergence of opinion is

soul of democracy. تو اس ملک کے حکمران کیسے democrat ہیں کہ جو ہماری بہو، بیٹیاں ووٹ نہیں دیتیں ان کی دور دراز پوسٹنگ کر دی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کو blackmail کیا جاتا ہے ۔ ان کی شخصی آزادی ان سے چھینی جاتی ہے تو یہ political posting اسی کے ثمرات ہیں۔ انہوں نے تو صادق اور امین کا کردار ادا کرنا تھا، میرے خلاف rigging میں جو انہوں نے گھناؤنا کھیل کھیلا، میں کوئی imaginary story نہیں سنا رہا، کوئی لگی لپٹی بات نہیں کر رہا، میرے پاس ثبوت موجود ہیں Media was the observer of their dirty games and Judiciary was sitting there to look into their dirty games. اور اس کے ساتھ ساتھ وہ clock community بھی وہاں پر موجود تھی، میرے مخالفین کے ووٹ تھوڑے تھے، وہ میرے لفافے میں ڈال کر میرے مخالفین کی رزلٹ شیٹ بنا دی گئی اور جو میرے ووٹ تھے وہ میرے مخالفین کے لفافے میں ڈال دیئے گئے اور ان کی کامیابی کی رزلٹ شیٹ بھی بنا دی گئی۔ میں تو خوش قسمت تھا One of the exemplary case of the Pakistan کہ میں نے recounting کروائی اور الحمد للہ میں نے وہ الیکشن جیتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ ایسے گھناؤنے کردار جو کہ موجودہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی functionaries ہیں، کیوں نہ ان کی تنخواہوں اور جو otherwise اخراجات ہیں ان پر cut لگایا جائے ۔ یہی میری suggestions ہیں اور میں یہ اُمید رکھتا ہوں کہ ہمیں لولی پاپ نہ دیا جائے، پانچ سال گزر چکے ہیں پولیس ریفارم کی بات آئی لیکن پانچ سال میں نہیں ہوئیں اور یہ کہتے ہیں کہ اب ہم پولیس ریفارم لے کر آئیں گے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ پچھلے پانچ سالوں میں جو مظلوم تھے اُن کو اس state نے انصاف نہیں دیا۔ جتنی ڈکیتیاں اور robberies ہوئیں، جتنے لوگ اپنے آپ کو mentally insecure سمجھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ abduction or ransom کے جتنے cases ہیں اس میں کتنا فعال role ادا کیا گیا لیکن majority is authority بحیثیتِ پاکستانی جتنی بھی ہماری positive proposals تھیں وہ اکثریت کی بنیاد پر رد کر دی گئیں۔ حالانکہ جمہوریت میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کیا کہہ رہا ہے؟ اگر میں اس صوبے کے مفاد میں بات کر رہا ہوں، اس صوبے کے عوام کے حقوق کی بات کر رہا ہوں، آئین کی بات کر رہا ہوں جس طرح کہ میں نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی بات کی، دانش سکول کی بات کی کہ اس سے discrimination بڑھتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو پذیرائی ملنی

چاہئے۔ میری یہی درخواست ہے اور میں اُمید رکھوں گا کہ اگر میری گزارشات درست ہیں تو اس کو منظور فرمایا جائے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے بات کرنا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب والا! جس طرح ہمارے بچوں کی جو پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی بھی بچے کا جو تعلیمی کیریئر ہوتا ہے اس کے لئے اس کا جو پرائمری سکول پیریڈ ہوتا ہے وہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جب تک ہم تعلیم میں اچھی base نہیں دیتے تو آپ اس طالب علم سے اچھے results لے ہی نہیں سکتے لیکن بد قسمتی سے ہماری گورنمنٹ اور اس کے ادارے پرائمری سکول سسٹم میں ہی بُری طرح ناکام رہے ہیں۔ ہاں ہم نے improvements کی ہیں ہم نے ہائر ایجوکیشن میں improvement کی ہے۔ سات ملین بچے اس وقت بھی سکول سے باہر ہیں کیونکہ پرائمری ایجوکیشن جو کہ بنیادی تعلیم ہے وہ اُن کو available نہیں ہے۔ جن کے پاس ہے ان کا یہ عالم ہے کہ تیسری جماعت کے 49 فیصد بچے ایک حرف بھی نہیں پڑھ سکتے۔ یہ تعلیمی معیار ہے جو ہم بچوں کو primary level پر دے رہے ہیں۔ یہ ہمارے معیار کا level ہے، ہم بات کرتے ہیں آرٹیکل 25(A) کی جس میں پانچ سے لے کر سولہ سال تک کے بچے کی جو تعلیمی ذمہ داری ہے، وہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مفت تعلیمی اخراجات برداشت کرے اور اس کو تعلیم دلوائے۔ جس تیزی سے ہم اس کی طرف جا رہے ہیں تو بین الاقوامی ایجنسیوں کا یہ خیال ہے کہ ہم 2041 تک یہ target achieve کر سکیں گے۔ ہم اپنی منزل کی طرف اتنا slow بڑھ رہے ہیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں بڑے بڑے تعلیمی نظام کی، ہم بات کرتے ہیں، لیپ ٹاپ کی، ہم بات کرتے ہیں سولر سسٹم کی تو یہ ہم کس کو دے رہے ہیں؟ ہم ان نوجوان طلباء اور طالبات کو یہ facilities دے رہے ہیں جو ہمارے ووٹرز بھی ہیں۔ یہ بات ہمیں مدنظر رکھنی چاہئے اور اس کے لئے ہماری گورنمنٹ کی جو جماعت ہے اس کو بہت شکر گزار ہونا چاہئے پاکستان تحریک انصاف کا کہ انہوں نے نوجوانوں کی بات کی، جنہوں نے لوگوں میں شعور پیدا کیا کہ نوجوان ہی ہیں جو اس ملک کی قسمت بدل سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے نوجوانوں کا ایک جشن منانا شروع کر دیا، لیپ ٹاپ بانٹنے شروع کر دیئے، وہ تعلیم کے لئے نہیں تھے بلکہ وہ ایک سیاسی ڈرامہ تھا، سیاسی attraction تھی جو صرف نوجوانوں کے ووٹ لینے کی کوشش تھی۔ مجھے لگتا ہے کہ پرائمری سکول کو اس زمرے میں ہم بہت نظر انداز کر گئے اور پرائمری سکول میں جو بچے داخل بھی ہوتے ہیں اس میں

سے بھی 60فیصد ایسے ہیں جو پرائمری سکول پاس کر سکتے ہیں اور40فیصد بچے ہم اس levelپر بھی looseکر جاتے ہیں۔اس کی وجہ اساتذہ ہیں کیونکہ وہاں پر جو گورنمنٹ کے اساتذہappointکرتے ہیں ان کی کوئیcreditabilityنہیں ہوتی،ان کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔یہاں بھی دیکھا گیا ہے کہ دیہی علاقوں کے جو گورنمنٹ سکول ہیں وہاں کے اساتذہ بچوں سے جھاڑو پھرواتے ہیں، پانی بھرواتے ہیں اور گھر کے کام کرواتے ہیں۔جو ان کا کام ہے بچوں کو تعلیم دینا اس پر عمل کرنے کی بجائے وہ وہاں پر چار پائیاں ڈال کر سوئے ہوتے ہیں۔ہمارا کوئیcheck and balanceنہیں ہے، کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے کہ ان اساتذہ کیprogressکیا ہے، کوئی ایساmechanismنہیں ہے کہ ہم بتا سکیں کہ ہم جو تعلیم پر investکر رہے ہیں اس سے ہمprogressکیا لے رہے ہیں اورoutputکیا نکل رہی ہے جو کہ بہت ضروری ہے۔آپ کروڑوں روپے لگا دیں،اربوں روپے لگا دیں لیکن اگر ہم اس کیoutputصحیح نہیں لے رہے،اس کا وہ نتیجہ نہیں نکل رہا جو ہمیں ملنا چاہئے تو پھر کوئی فائدہ نہیں۔ ہم بچوں کو پڑھا تو رہے ہیں، ڈگریاں بھی مل جائیں گی خواہ دانش سکول سے ملیں یا کسی بھی سکول سے ملیںNo matterکیا وہ بچےqualifyکر رہے ہیں،ایک اچھے انسان بن رہے ہیں،کیا ہم انہیں ایک اچھا شہری بنا رہے ہیں،کیا ہم ان کو اس کی تعلیم دے رہے ہیں صرف ڈگری حاصل کر لینا ہی تعلیم نہیں ہوتی۔ تعلیم وہ ہوتی ہے جو آپ کے کردار کو بناتی ہے اور سنوارتی ہے۔ ہم سارا بجٹ صرف ڈگریوں اور سکولوں پر لگاتے ہیں۔ پرائمری سکول کےstructureکا بھی آپ کو بتا دوں کہ یہ سکول جہاں ہماری نئی جنریشن کے وہ پودے ہیں، بیج ہیں، فصلیں ہیں جنہوں نے آگے جا کر تن آور درخت بننا ہے جس کی چھاؤں میں آپ لوگوں نے بیٹھنا ہے ان کی عمارتوں کا یہ حال ہے کہ وہاں پر مویشی بندھے ہوتے ہیں، پہلوانوں کے اکھاڑے بنے ہوئے ہیں، منشیات کے اڈے ہیں اور تمام غیر قانونی کاروبار ان سکولوں میں کیا جاتا ہے،ان کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ان کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! دوسرا بڑا المیہ ایک ہمارے پاس یہ ہے کہ ہمارے سرکاری سکولوں کے جوRules and Regulationsہیں سارے اضلاع کے لئے ایک ہیں۔اب انہوں نے مسئلے کا حل کیا نکالا؟ کافی اضلاع میں لڑکے اور لڑکیوں کے پرائمری سکولmergeکر دیئے کہ یہ اکٹھے ہی پڑھیں گے لیکن ہمارا دیہاتی کلچرdifferentہے۔ہمارے دیہاتی کلچر میں تو ویسے ہی بچیوں کو

سکولوں میں نہیں بھیجا جاتا اوپر سے ظلم یہ ہے کہ ہم نے ان کو لڑکوں کے ساتھ اکٹھا کر دیا۔ وہاں پر تو چودہ سال کا لڑکا بھی پڑھنے آتا ہے، بارہ سال کی لڑکی بھی آتی ہے جو ہمارے دیہاتی کلچر میں پسند نہیں کیا جاتا۔ اس طرح جو بچیاں سکول جاتی تھیں انہیں بھی گھر بٹھا لیا گیا۔ کوئی ایسا سسٹم بنایا جائے کہ دیہاتی علاقوں میں بچیوں کے لئے پرائمری سکول الگ کئے جائیں۔ وہ الگ ہوں، وہاں پر اچھے اساتذہ ہوں اور جب ہم لوگ اتنا بجٹ allocate کر رہے ہیں اور ہم اتنا بجٹ لگا رہے ہیں کہ ہم نے یہ بنا دینا ہے، وہ بنا دینا ہے، لیپ ٹاپ دینے ہیں، ہائر ایجوکیشن پر ہم زور دے رہے ہیں لیکن وہ بھی ہم ان چیزوں پر focus کر رہے ہیں اور ہمارا target یہ ہوتا ہے کہ یہ ہمارے upcoming voters ہیں۔ اس سے ہم اپنی ایک اچھی ہوا قائم کر سکتے ہیں لیکن ہمارا مقصد یہ نہیں ہونا چاہئے، ہمارا مقصد فروغ تعلیم ہونا چاہئے اور آپ کی تعلیم تب تک فروغ حاصل نہیں کر سکتی جب تک آپ کا primary department strong نہ ہو، مضبوط نہ ہو، صاف ستھرا نہ ہو اور آپ کے وہاں پر تعلیم دینے والے اچھے اساتذہ نہ ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ اس میں ہم تب ہی گورنمنٹ سے کروانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اگر ہم پانچویں جماعت کے طالب علم کو بھی ووٹ کا حق دے دیں تو پھر شاید ان کی بھی قسمت جاگ جائے اور ان کے لئے گورنمنٹ سنجیدگی سے سنے۔ شکریہ

جناب سپیکر: آپ میں سے کوئی اور مقرر ہیں؟

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جی، نہیں۔

MR SPEAKER: None.

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ No Point of Order.

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب والا! آج شب برات کا موقع ہے۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ بی بی شب برات تو کل گزر گئی ہے۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب والا! آج ہے اور آج ہم نے روزہ بھی رکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ نے روزہ رکھا ہے، بڑی اچھی بات ہے۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب والا! مجھے ایک منٹ کے لئے بولنے کی اجازت دے دیں۔ ہماری معزز ممبر نے جو کچھ فرمایا ہے میں اس میں کچھ توسیع کرنا چاہ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ منسٹر صاحب نے جواب دینا ہے۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب والا! صرف ایک منٹ کی بات ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم (رانا مشہود احمد خان): اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! معزز ممبران نے یہاں پر جو بات کی میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں اور خاص طور پر ایجوکیشن سیکٹر کو دیکھیں تو جتنی توجہ پچھلے پانچ سالوں میں ایجوکیشن سیکٹر پر دی گئی اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہاں پر اس ایجوکیشن کے بجٹ کی بات کی گئی جس کے بارے میں بلند و بانگ دعوے تو سب نے کئے لیکن عمل کر کے خادم پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے کر کے دکھایا اور یہ ان کی deliverance تھی، یہ ان کی ایجوکیشن کے ساتھ commitment تھی۔ میرے معزز ممبران اور ساتھیوں نے بات کی میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں تھوڑا کلچر تبدیل کرنا ہو گا ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نے دودھ اور شہد کی نہریں بہا دی ہیں لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ ہم نے اس کلچر کو تبدیل کرنے کی ابتدا کی ہے۔ ہم نے اس کلچر کو ترقی دینے کی ابتدا کی ہے اور اس کا رزلٹ یہ ہے کہ آج پنجاب کے اندر اگر پچھلے پانچ سال کی بات کریں اور خاص طور پر اس بجٹ کی بات کریں تو ہمارے جو initiatives ہیں ہم نے hundred percent enrollment کے لئے enrollment emergency کا اعلان کر دیا ہے۔ اگلے دو سال کے اندر پنجاب کے پانچ سے نو سال کے جتنے بچے اور بچیاں ہیں وہ سکول سے باہر نہیں رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ overnight نہیں ہو گیا بلکہ اس کے لئے وہ structure جو ہم پچھلے پانچ سال سے کھڑا کر رہے تھے وہ missing facilities جن کی ہم نے study کرائی، وہ سکول جن کے اندر سٹاف کی کمی تھی، ہم نے پچھلے پانچ سالوں میں میرٹ کی بنیاد پر 80 ہزار ٹیچرز کی بھرتی کی اور یہ میرٹ ایک ایسا میرٹ ہے جس پر نہ کوئی آڈٹ پیرا بنا نہ کوئی انگلی اٹھی اور نہ ہی الیکشن میں اس پر کوئی بات کر سکا اور ہمیں اس بات پر فخر ہے اور اس سے بڑا فخر کیا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ان 80 ہزار ایجوکیٹرز میں سے چالیس ہزار سائنس سبجیکٹس سے related تھے۔ یہ وہ سبجیکٹس تھے جن کے سکولوں میں ٹیچر نہیں ملتے تھے جہاں پر یہ پوسٹیں خالی پڑی رہتی تھیں۔ ہم نے lowest level سے آغاز کیا جو بالکل ابتدائی level ہے ہم نے وہاں سے آغاز کیا کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو ترقی دینے

کے لئے پاکستان کو آگے لے کر جانے کے لئے ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اپنی قوم کے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کا راستہ۔ ہم نے جب اس ساری چیز کو study کیا تو میں اپنی محترم بہنوں اور بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ جہاں پر انہوں نے point out کیا اگر وہ وہاں اس بات کا ذکر کر دیتے کہ اس بجٹ میں ہم نے ایک انقلابی اعلان کیا اور وہ کیا تھا کہ اس سال جنوبی پنجاب کے تین ڈویژن کے بچوں اور بچیوں کے تمام سکولوں کی missing facilities پورا کریں گے اور اگلے سال پورے پنجاب میں لڑکیوں کے سکولوں کی تمام missing facilities جس طرح ذکر ہوا چاہے پینے کا پانی ہو، بجلی کا کنکشن ہو، Toilets ہوں، چار دیواری ہو ان تمام چیزوں کو پورا کر دیا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگلے سال پنجاب کے باقی ماندہ ڈویژن کے اندر بھی لڑکوں کے جتنے سکول رہ جائیں گے ان کی بھی تمام missing facilities کو پورا کر دیا جائے گا۔ یہ ایک اتنا انقلابی وژن ہے، یہاں ایجوکیشن سیکٹر کے اندر reforms کے حوالے سے بات ہوئی میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے پہلی دفعہ جو ٹیچر ٹریننگ شروع کی اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ہم نے جتنے بھی ٹیچر بھرتی کئے ہم نے ان کی pre-service training کرائی اور یہ ایک ایسا انقلابی قدم ہے کہ وہ استاد جو آج اس قوم کے مستقبل کو سکولوں کے اندر پڑھانے کے لئے جا رہے ہیں ہم نے ان کی pre-service training کرائی۔ خادم پنجاب کا اپنی قوم کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے، اپنی قوم کے بچوں کی capacity building کرنے اور اپنی قوم کی capability کو increase کرنے کا یہ وژن ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ آئین کا آرٹیکل 25-A یہ ensure کرتا ہے کہ ہم نے ہر بچے کو مفت اور لازمی تعلیم دینی ہے۔ مجھے بتائیں کہ آج تک اس کے لئے کتنی حکومتوں نے کام کیا؟ یہ ایک وژن ہے میں دوبارہ کہتا ہوں کہ یہ وژن خادم پنجاب کا ہے کہ آئین کی پاسداری کی بات کرنے والی جماعت مسلم لیگ (ن) نے آئین کے اس اہم جز کے مطابق پنجاب کے تمام بچوں کے لئے تعلیم کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے enrollment کا اعلان کیا۔ یہاں پر ایک اور انقلابی اقدام تھا کہ جب ہم پچھلی حکومت میں آئے تو تمام ہائی سکولوں کے اندر کمپیوٹر لیب بنائیں آج اس کا رزلٹ کیا نکل رہا ہے؟ میں یہاں پر بات کروں گا کہ یہاں پر لیپ ٹاپ اور اجالا پروگرام پر تھوڑی سی تنقید کی گئی۔ میں آپ کو ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ جب ہم لوگوں نے سکولوں میں جا کر بچوں کو سولر لیمپ دیئے، یہ وہ بچے ہیں جو نویں اور دسویں جماعت کے طالبعلم تھے ان کا ووٹ نہیں تھا۔ ہمارا کبھی بھی مطمع نظر تعلیم یا اس طرح کے initiatives کے against ووٹ لینا نہیں رہا بلکہ ہمارا مطمع نظر deliverance پر

رہا ہے کیونکہ جب قوم ووٹ دیتی ہے تو وہ اس کے بدلے آپ سے کچھ مانگتی ہے۔ وہ آپ سے deliverance مانگتی ہے اور اللہ کے فضل سے پچھلے پانچ سال کے اندر ہم نے جو deliverance کی اس کا رزلٹ یہ ہے کہ وہ بچے جن کو سولر لیمپ ملے انہوں نے کہا کہ ہم زیادہ محنت کریں گے تاکہ اگلی کلاسوں میں جاکر ہمیں لیپ ٹاپ ملیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ خادم پنجاب کی تعلیم دوستی کا ثبوت ہے۔ ایجوکیشن سیکٹر کو اٹھانے کے لئے ہم نے incentives رکھے ہیں وہ ایریاز، وہ far-flung areas، جنوبی پنجاب کے وہ علاقے جہاں پر سکولوں میں بچیوں کی enrollment کم ہے ہم نے وہاں پر ان کو باقاعدہ گرانٹس دینا شروع کیں، وہاں پر سکالرشپ دینے شروع کئے۔ یہ کس لئے دینے شروع کئے؟ تاکہ بچیوں کا سکولوں کی طرف رجحان بڑھے۔ ہم قوم کی بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں، اس قوم کو اکیسویں صدی میں سر اٹھا کر لے کر جانا چاہتے ہیں۔ اسی آرٹیکل 25-A کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس وقت قانون سازی کی جا رہی ہے، محکمہ تعلیم ایک بل لے کر آ رہا ہے جس میں تعلیم کو سب کے لئے لازمی قرار دیا جائے گا اور عنقریب اس کے لئے legislation اسمبلی میں موجود ہو گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اسی طرح میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں پر گورنمنٹ سکولوں کے حوالے سے بات کی گئی، میں facts and figures کی طرف ذرا بعد میں آؤں گا۔ میں آپ کے سامنے اس وقت صرف چند اور حقائق رکھنا چاہتا ہوں۔ ہم نے پنجاب کے اندر ایک ہزار سکولوں کو identify کیا ہے کہ جہاں پر kids rooms بنائے جائیں گے۔ حکومت پنجاب کا یہ ایک اور انقلابی قدم ہے کہ وہ بچے اور بچیاں جو پانچ سال کی عمر سے سکول جانا شروع کرتے ہیں ہم نے اس سے چھوٹے بچوں کے لئے kids rooms بنانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ بچوں کے اندر تعلیم کا رجحان پیدا ہو۔ ہم نے یہ پروگرام شروع کیا ہے اور ایک ہزار سکولوں میں kids rooms بنائے جا رہے ہیں تاکہ بچے شروع سے ہی تعلیم کے زیور سے آشنا ہو سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر دانش سکولوں کی بات ہوئی۔ میرے لئے ڈاکٹر مراد صاحب بڑے محترم ہیں جنہوں نے دانش سکولوں کے حوالے سے بات کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے بجٹ کی تقریر نہیں سنی کیونکہ اس بجٹ تقریر میں ہم نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہم اس سال پنجاب کے تمام گرلز سکولوں، جنوبی پنجاب کے بچوں اور بچیوں کے تمام سکولوں اور اگلے سال تک پنجاب کے تمام سکولوں کے اندر missing facilities کو پورا کر دیں گے۔ یہ دانش سکول کی logic کیا ہے؟ اس کو بہت زیادہ

criticize کیا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پاکستان کے رہنے والے تمام لوگ اور ان کے حقوق برابر ہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ تو ہم نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ اشرافیہ کے لئے بڑے بڑے سکول چلتے رہیں اور ان سکولوں کے اندر غریب کے بچے کا داخلہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ سب کو پتا ہے۔ ہم یہ بھی قانون لے کر آرہے ہیں کہ ان تمام بڑے سکولوں میں جہاں پر پانچ ہزار یا اس سے زیادہ فیس وصول کی جاتی ہے لازمی طور پر دس فیصد ایسے بچے اور بچیوں کو داخلہ دیا جائے جن کے والدین کی ماہانہ تنخواہ یا آمدنی چھ ہزار روپے سے کم ہے۔ معاشرے کے اندر امیر اور غریب کی جو تفریق ہے جب تک یہ ختم نہیں ہو گی، جب تک وہ وسائل جن پر معاشرے کا تین فیصد طبقہ قبضہ کر کے بیٹھا ہوا ہے تمام لوگوں کے پاس نہیں ہوں گے تب تک پاکستان میں رہنے والا پاکستانی یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ غریب کے لئے اور قانون ہے اور امیر کے لئے اور قانون ہے۔ آپ ذرا دانش سکولوں کی logic دیکھیں کہ یہ کن علاقوں میں بنائے گئے ہیں، یہ اُن علاقوں میں بنائے گئے ہیں جہاں پر poverty level lowest ہے۔ آمدنی کے حوالے سے ہمارے جو پنجاب کے lowest level اضلاع ہیں وہاں پر اس پراجیکٹ کو شروع کیا گیا ہے۔ آج اس کا result کیا ہے؟ آج اس کا result یہ ہے کہ ایک بھٹہ پر کام کرنے والے کی بیٹی اور ایک کپڑے سینے والی کا بیٹا ان سکولوں میں پڑھ رہا ہے۔ آج ان میں بھی یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ پاکستان کے اندر ان کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ایک امیر یا پیسے والے کا حق ہے۔ مجھے تین دن پہلے ڈی جی خان سے تعلق رکھنے والے، چائے کا کھوکھا لگانے والے کا بیٹا ملا جس نے PEEF کے پیسے سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ وہ engineering کی تعلیم مکمل کر کے وزیر اعلیٰ کے Initiative کے Scholarship Programme کے تحت University of Hull England میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا۔ وہاں پر وہ اس faculty کے 440 بچوں میں سے تیسرے نمبر پر آیا ہے۔ پاکستان کے لئے یہ فخر کی بات ہے۔ اس یونیورسٹی نے اسے پی ایچ ڈی کا سکالر شپ offer کیا ہے۔ یہ وہ بچہ تھا جس نے اپنے باپ کی جگہ پر چائے کا ٹھیلا لگانا تھا چونکہ اس کے پاس کوئی opportunity نہیں تھی۔ یہ door of opportunity خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے کھولا ہے۔ یہ door of opportunity خادم اعلیٰ پنجاب کی تعلیم سے محبت کرنے والی پالیسی نے کھولا ہے۔ میں آپ کے توسط سے ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج ہماری پالیسیوں سے پنجاب کے عوام مستفید ہو رہے ہیں۔ اس سال چالیس ہزار سے زیادہ بچے اور بچیاں پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی وجہ سے چودہ لاکھ سے زیادہ بچیاں اور بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو

رہے ہیں۔یہ ہماری حکومت، جماعت اور قائد کاvision ہے جس کی وجہ سے پنجاب کے اندر تعلیم کے دروازے سب کے لئے کھل گئے ہیں۔

جناب سپیکر!میں آپ سے ایک اور چیز shareکرنا چاہوں گا۔آپ ماشاءاللہ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔آپ کے بزرگوں کا بھی اس اسمبلی میں بہت roleہے۔کبھی کسی نے سوچا تھا کہ گارڈ آف آنر چیف منسٹر، منسٹرز اور بڑے بڑے افسروں سے ہٹادیا جائے گا؟یہ گارڈ آف آنر ان سے ہٹا کر کس کو دلوایا جائے گا؟پاکستان کے سنہرے مستقبل کو جس نے پاکستان کو لے کر آگے چلنا ہے،وہ بچے اور بچیاں جو toppersاور پوزیشن ہولڈرز ہیں آج ہم ان کو گارڈ آف آنر پیش کرتے ہیں کیونکہ آج ہم ان میں یہ احساس پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جنہوں نے پاکستان کو آگے لے کر جانا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ "تم ہو پاکستان"تم نے پاکستان کی ترقی کرنی ہے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس میں ہم نے کیا غلط کیا ہے ؟اس چیز پر بھی ہم پر اعتراض کیا گیا۔عوام نے جو ہمیںmandate دیا وہ ہماری پالیسیوں کی endorsement تھی۔مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ اس پر بھی اعتراض کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کو ایک اور چیز بتانا چاہتا ہوں۔ابھی یہاں پرPunjab Education Assessment System کی بات ہوئی ہے۔پچھلے سال کے مقابلے میں ہم نے اس کا بجٹ سات فیصد بڑھایا ہے۔ایک مزے کی بات اور بتادوں کہ جس پر یہ اعتراض کر رہے ہیں وہ سسٹم صرف پنجاب میں ہے کہیں اور نہیں ہے۔یہ ہماراinitiativeہے،یہ ہم نے شروع کیا ہے اور ہم نے اپنی accountability شروع کی ہے۔ہم اپنے تمام اداروں کوaccountable بنا رہے ہیں۔یہاں پر کوئی مقدس گائے نہیں ہے۔پنجاب حکومت نے صوبہ پنجاب میں وی آئی پی کلچر کا خاتمہ کرکے دکھایا ہے۔

جناب سپیکر!یہاں پر teachers training کی بات ہوئی ہے۔جہاں پر ہم نے استادوں کی بھرتیاں کیں اس کے ساتھ ہم نے بجٹ میں ان کی تربیت کے لئے نو فیصد increase کیا ہے۔اب میں آپ کے ساتھ کچھ اعداد و شمار shareکرنا چاہوں گا۔دیکھیں،میرے محترم دوست مطالبہ زر نمبر PC-21015 کے اندر جو کٹوتی کی تحریک لے کر آئے ہیں یہ non-development part کے حوالے سے ہے اور یہ میرے معزز دوست اور ساتھی جو ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کی بات کرتے رہے ہیں تو یہ بجٹ انہی ملازمین کے بارے میں ہے اور یہ اس بجٹ کو ختم کرنے کی بات کر رہے ہیں۔اگر میں آپ کے لئے آسان فہم کروں تو ان کی گزارشات ایوان کے سامنے یہ ہیں۔انہوں نے یہاں پر ایک

اور بات کی کہ 50 ملین روپیہ رکھا گیا جبکہ اُس کا استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ 50 ملین روپیہ ضلعی حکومتوں کو چلا جاتا ہے اس لئے صوبائی بجٹ میں اس کا ذکر نہ ہے۔ یہ بجٹ پورے کا پورا استعمال ہوتا ہے اور یہ سکالرشپ کے پیسے ہیں جو پانچویں اور آٹھویں جماعت کے بچوں کو میرٹ کی بنیاد پر دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد یہاں پر P.M.I.U کی بات ہوئی۔ اس کو بھی آپ دیکھیں کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ increase ہے۔ ہم نے اس دفعہ اس کے لئے جو 10 بلین روپیہ رکھا ہے اُس میں سے 4۔ ارب روپیہ صوبائی سطح پر استعمال ہوتا ہے اور باقی سارا پیسا ضلعی سطح پر چلا جاتا ہے اور gross root level پر اُس کا impact آتا ہے اور سکول کونسل کے اندر جو پیسے ہیں وہ بھی اُسی کے اندر شامل ہیں۔ اسی طرح ایک بہت بڑی بات ہے اس وقت ہم نے جو facts and figures اکٹھے کئے اور جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کو ترقی دلانی ہے تو وہ ترقی باتوں میں نہیں دلانی بلکہ وہ ترقی ہم نے عملی اقدامات کر کے دلانی ہے۔ جس طرح میں نے آپ کو enrollment emergency کا ذکر کیا وہ emergency ہم نے ایسے نہیں لگا دی۔ ہم نے اس پر باقاعدہ سروے کیا، سروے کرنے کے بعد facts and figures کو اکٹھا کیا اور اُس کے بعد جو figures سامنے آئی اس وقت ہمارے پاس 12.5 لاکھ بچے سکولوں کے اندر داخل ہیں اور پرائیویٹ سکولوں کی figures اس کے علاوہ ہیں۔ سکولوں سے باہر جو بچے ہیں اگر آپ یہ سارا دیکھیں تو جو ہم پانچ سے نو سال کی عمر کے بچوں کی بات کرتے ہیں تو وہ کوئی 3.2 ملین بنتے ہیں۔ میں یہاں پر ایک اور بہت بڑا important factor بتانا بھول گیا وہ یہ ہے کہ یہ پیسے جب نیچے جاتے ہیں تو ان کا مقصد کیا ہے؟ اس دفعہ ہم نے ایک اور بڑا انقلابی قدم اُٹھایا کہ جن سکولوں کی reputation and result بہترین ہے اور جو ہمارے متعین کئے گئے میرٹ کے مطابق ہے تو ایک ایک سکول اپنے میرٹ کی بنیاد پر اور بچوں کی تعداد کے تناسب سے یعنی اگر کہیں پر سو بچہ ہے تو وہ 10 لاکھ روپے تک additional grant حاصل کر سکتا ہے اور جس طرح بچوں کی تعداد بڑھتی جائے گی اُس گرانٹ کی تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ یہ صرف اس لئے رکھا گیا کہ طلباء کو اچھی تعلیم دلوانے اور اُن کے ساتھ اچھی طرح cooperate کرنے میں ٹیچرز کا بھی interest develop ہو اور اس اقدام سے آپ اگلے سال دیکھیں گے کہ اس initiative کی وجہ سے مزید بہتری آئے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر ابھی پنجاب کے گھوسٹ سکولوں کے حوالہ سے بات ہوئی۔ اب مجھے کئی دفعہ افسوس ہوتا ہے کہ ہم اتنے august forum کے اوپر بغیر ریسرچ کئے بات کر دیتے ہیں۔ سپریم

کورٹ میں CP-37ایک پٹیشن تھی تو وہاں پر جب ان گھوسٹ سکولوں کی بات ہوئی تو پنجاب حکومت نے سرٹیفکیٹ دیا کہ پنجاب میں ایک بھی گھوسٹ سکول نہیں ہے اور جب اُس کی investigation ہوئی تو اللہ کے فضل سے پنجاب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پنجاب کے اندر آج ایک بھی گھوسٹ سکول موجود نہیں ہے اور باقاعدہ on record ہے کہ پنجاب حکومت کو چیف جسٹس آف پاکستان نے کورٹ میں شاباش دی تھی۔(نعرہ ہائے تحسین)

اسی طرح میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں پر میں نے سکول ایجوکیشن کی بات کی وہاں پر اگر آپ ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو دیکھیں تو آج یہاں پر PC-21015 پر کٹ موشن کے حوالہ سے بات ہوئی تو اس کے اندر actual non-development budget 38.3 billion rupees کا ہے۔ اس کے اندر ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی allocation 22.6 billion rupees کی ہے۔ میں یہ بات پہلے بتا دوں کہ سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے حوالہ سے بجٹ میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ salary and utilities, non-development ہے that is 15.6 billion rupees اور تیسرا سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ that is 137 million rupees ۔اب اگر ان تینوں کو اکٹھا کریں تو یہ 38.3 million rupees بنتا ہے اور اس میں salary component, that is 25.1 billion rupees کا ہے اور اس کے اندر non-salary component 13.2 billion rupees کا ہے اور ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا اپنا break up ہے and this is again very important ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اس وقت 503 کالجوں کو چلا رہا ہے اُن کے لئے اس سال 15.6 بلین روپیہ رکھا گیا ہے اور اس کے علاوہ تین Professional Home Economics Colleges کے لئے 131.3 ملین روپیہ رکھا گیا ہے۔ Directorate of Public Instructions کے لئے 66.2 ملین روپیہ رکھا گیا ہے۔ Inspection Directors and Deputy Directors یہ 9 ڈویژن کی سطح پر ہوتے ہیں اور 36 ہر ڈسٹرکٹ کی سطح پر ہیں ان کے لئے 239.6 ملین روپیہ رکھا گیا ہے، کامرس کالجوں کے لئے 2 بلین روپیہ رکھا گیا ہے اور چھبیس autonomous Colleges کے لئے 3.65 بلین روپیہ رکھا گیا ہے۔ یونیورسٹیوں کے جو old autonomous Colleges ہیں ان کے لئے 844.5 ملین روپیہ رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ way forward یہ ہے کہ آج مجھے اس ایوان میں اُس بات کا اظہار کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے جو بات وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کہی تھی کہ جب ہم بات کرتے ہیں کہ ہم نے پنجاب اور پاکستان

میں تعلیم کو فروغ دینا ہے تو پوری دنیا کے اندر جو success model چل رہے ہیں ہم نے اُن کو دیکھ کر اپنی ریسرچ کی اور اپنے حالات کے مطابق Chief Minister Punjab کی سربراہی میں کمیٹی نے propose کیا اور پھر اُس پر اب کام شروع ہو گیا ہے اور اس سال ہم اُس کی feasibilities بنوا رہے ہیں۔ ہم ڈیرہ رکھ چھل پر Knowledge City کا قیام کر رہے ہیں اس کے اندر دنیا کی تمام بڑی یونیورسٹیوں کو ہم جگہ دیں گے کہ وہ یہاں پر آ کر اپنے campuses کھولیں تاکہ ہمارے بچوں اور بچیوں میں یہ احساس نہ ہو کہ دنیا کے اندر جو تعلیم رائج ہے اُس سے ہم محروم رہ گئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

اسی طرح Knowledge Park, Mureedkay یہ بھی وہی vision ہے اور اس vision کے تحت اگر آپ آج کا بجٹ دیکھیں تو اس میں پرائمری کے اندر داخلہ لینے والے بچے سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک ہم نے ہر جگہ پر پنجاب کے بچے بچیوں کو اور پاکستان کے بچے بچیوں کو، میں پاکستان کے بچے بچیاں اس لئے کہتا ہوں کہ آج ہمارے Educational Institutions میں P.E.E.F کی مدد سے تمام صوبے کے بچوں کو ہم یہاں پر تعلیم دلوا رہے ہیں جن کا خرچہ حکومت پنجاب اُٹھا رہی ہے تو یہ اقدام federation again کو مضبوط کرنے کے لئے، پاکستان کی یوتھ کو آپس میں خیالات کا تبادلہ کرنے کے لئے اور پاکستان کو مل کر مضبوط کرنے کے لئے یہ اتنا بڑا initiative Chief Minister Punjab کا ہے کہ جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ محکمہ نے اس سال اس کے اوپر کام شروع کر دیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر تین segments ہیں تو میں نے آپ کو ہائر ایجوکیشن کے حوالہ سے بھی بتایا اور سپیشل ایجوکیشن کے حوالہ سے میاں محمد شہباز شریف کے focus کے مطابق ہم اُن کو کتابیں، ٹرانسپورٹ اور سب چیزیں cater کر رہے ہیں۔آج پنجاب حکومت کا جو vision ہے وہ irrespective of that کہ کون کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے، ہم نے کبھی اس بنیاد کے اوپر اپنی پالیسی بنائی ہے اور نہ ہی بجٹ بنایا ہے اور ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ پنجاب کے عوام کے جذبات کی صحیح معنوں میں ترجمانی کرتے ہوئے کیا ہے اور ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے میرٹ کی بنیاد پر کیا ہے۔ایجوکیٹرز بھرتی کئے تو ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ ان کی political alignment کس طرف ہے، ہم نے یہ دیکھا کہ وہ deliver کر سکتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے سکولوں اور کالجوں میں جو بھرتیاں کیں، ہم ابھی الیکشن میں سے نکل کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک الزام بھی ہمارے اوپر نہیں ہے کہ ہم نے کوئی کام اس

طرح کا کیا ہو۔آخر میں، میں ایک بات کہنا چاہوں گا کہ جب ہم cut motions کو لے کر آتے ہیں تو۔۔۔

جناب سپیکر:آپ اب اس کو رہنے دیں۔انہوں نے suggestions دے دی ہیں۔آپ ان کو accept کر لیں۔

وزیر تعلیم (رانا مشہود احمد خان):جناب سپیکر!ٹھیک ہے میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔میں اپنی انہی باتوں کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کا تعلیم کے لئے vision ہے، جو پنجاب کے نوجوانوں کے لئے ہے، جو پنجاب کو مضبوط کرنے کے لئے ہے کیونکہ ایک مضبوط پنجاب مضبوط پاکستان کی علامت ہے۔اس vision کو ہمیں آگے لے کر چلنا ہے اور اس کو مزید مضبوط کرنا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو cut motion دی ہے اس کو خارج کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:بہت مہربانی۔

میاں محمد اسلم اقبال:جناب سپیکر!رانا صاحب نے مفت تعلیم کے حوالے سے جو بات کی ہے تو میں ایک بات ان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ 2002 میں کابینہ کی پہلی میٹنگ میں مفت تعلیم کی گئی تھی۔

جناب سپیکر:مہربانی۔یہ بات ہو گئی ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال:جناب سپیکر!میں درستی کرانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:آپ بعد میں درستی کرا دیجئے گا۔آپ کو ہر اچھی بات پر appreciate کرنا چاہئے، میں بھی کرتا ہوں آپ بھی کریں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

"38-ارب 31کروڑ 49لاکھ 45ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 38-ارب 31کروڑ 49لاکھ 45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2014 کو ختم ہونے

والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات
کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر PC-21016

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21016 بسلسلہ مد خدمات صحت پیش کریں۔

وزیر خزانہ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 45۔ارب 99 کروڑ 86 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 45۔ارب 99 کروڑ 86 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2014 کو ختم ہونے والے مالی سال 14-2013 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

CH. AAMIR SULTAN CHEEMA: Sir, I oppose it.

جناب سپیکر: اس مطالبہ زر نمبر PC-21016 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ممبران کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ جس میں میاں محمود الرشید، جناب محمد صدیق خان، ملک تیمور مسعود، جناب آصف محمود، راجہ راشد حفیظ، جناب اعجاز خان، جناب محمد عارف عباسی، جناب اعجاز حسین بخاری، محترمہ سعدیہ سہیل رانا، ڈاکٹر نوشین حامد، ڈاکٹر صلاح الدین خان، جناب احمد خان بھچر، جناب محمد سبطین خان، میاں محمد اسلم اقبال، محترمہ نبیلہ حاکم علی خان، محترمہ راحیلہ انور، ڈاکٹر مراد راس، جناب مسعود شفقت، جناب ظہیر الدین خان علیزئی، جناب جاوید اختر، محترمہ ناہید نعیم،

محترمہ شُنیلارُوت، جناب وحید اصغر ڈوگر، خان محمد جہانزیب خان کھچی، جناب عبدالمجید خان نیازی، میاں ممتاز احمد مہاروی، چودھری مونس الٰہی، محترمہ ثمینہ خاور حیات، سردار وقاص حسن موکل، چودھری عامر سلطان چیمہ، سردار محمد آصف نکئی، جناب احمد شاہ کھگہ، محترمہ باسمہ چودھری، ڈاکٹر محمد افضل، قاضی احمد سعید، خواجہ محمد نظام المحمود، سردار شہاب الدین خان، مخدوم سید مرتضیٰ محمود، رئیس ابراہیم خلیل احمد، محترمہ فائزہ احمد ملک اور ڈاکٹر سید وسیم اختر کون کٹوتی کی تحریک پیش کرے گا؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں کٹوتی کی تحریک پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، چیمہ صاحب!

CH. AAMIR SULTAN CHEEMA: Sir, I move:

"That the total amount of Rs.45,998661,000/- on account of Demand No.PC-21016 -Health Services- be reduced to Re.1/-."

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"45-ارب99کروڑ86لاکھ61ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21016خدمات "صحت" کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر انسانی حقوق اور اقلیتی امور اور صحت (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! I oppose it

جناب سپیکر: وزیر صحت نے oppose کیا ہے۔ جی، چیمہ صاحب! اب اپنی بات کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں نے یہ تحریک اس لئے پیش کی کیونکہ health services پر جو اتنی بڑی رقم خرچ کی جارہی ہے اگر صوبہ کی آبادی کے تناسب کو دیکھا جائے اور جو رقم خرچ کی جارہی ہے اس کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ رقم اس قابل اور اس اہل نہیں کہ یہ صوبہ کے اضلاع میں صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کر سکے۔ یہ رقم صحت کی سہولیات کے لئے ناکافی ہے تو اس سے بہتر ہے کہ اپنی پالیسیوں کو جو پاکستان مسلم لیگ (ن) کے انتخابی منشور میں شامل تھیں ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ رقم کم کر دی جائے۔ وجہ یہ ہے کہ آج ان ہسپتالوں کی حالت دیکھی جائے جہاں پر غریب کے لئے دوائی کا ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ہم نے ایمرجنسی سروس میں دوائی کو مفت مہیا کر دیا ہے لیکن دُکھ اس بات کا ہے کہ بجٹ چھ ماہ سے بھی

زیادہ استعمال نہیں ہوتا اور چھ ماہ بعد وہ دوائیاں ایک عام غریب آدمی کو ملنے سے قاصر ہیں لیکن سفارش والے لوگ جن کا کسی ممبر اسمبلی یا کسی بیوروکریٹ سے تعلق ہوتا ہے اُن کی سفارش پر یہ دوائیاں ان لوگوں تک چلی جاتی ہیں جن کو ضرورت نہیں ہوتی جبکہ غریب کا بچہ ترستا اور دیکھتا رہتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے ہسپتال بھی نہیں بنائے جا رہے۔ پالیسی میں یہ چیز شامل ہے کہ ہر یونین کونسل میں ایک B.H.U ہونا چاہئے لیکن ہماری بہت ساری ایسی یونین کونسلیں موجود ہیں جن میں ایک بھی B.H.U موجود نہیں ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر دیکھا جائے تو ان کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے۔ ایک ڈاکٹر جس پر لاکھوں روپے لگا کر ڈاکٹر بنایا جاتا ہے اسے دُور دراز علاقوں اور خاص طور پر ہمارے دیہی علاقوں میں بھیجنے کے لئے پالیسی کے تحت بھیجا جاتا ہے جبکہ وہ اپنی تعیناتی سفارش کی بناء پر نہیں کراتا۔ انہوں نے شاید ایک یا تین سال کی پابندی لگائی ہے لیکن اُس پر بھی عملدرآمد نظر نہیں آ رہا۔ ہمارے وہاں کے ہسپتالوں میں اکثر ڈاکٹروں کی تعیناتی کاغذوں میں تو ہو گی لیکن ان کی موجودگی نہیں پائی جاتی اور مریض کو وہاں کا ایک ڈسپنسر دوائی دیتا ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ وہاں پر ایک عام صفائی کرنے والا بھی ڈاکٹر بن کر اُن ہسپتالوں میں راج کرتا ہے۔ وہاں پر ایک غریب کی حالت آپ کے اور ہم سب کے سامنے ہے۔ اسی طرح پچھلے دنوں اگر دیکھا جائے تو بہت سارے ایسے امراض کی وباء بھی پھیلی جن میں ڈینگی، خسرہ اور گیسٹرو وغیرہ جیسی بیماریاں ہیں جن پر اگر تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے دیکھا جائے تو ان بیماریوں میں ادویات جعلی نکلیں جو مریضوں کی موت کا سبب بنیں۔ خاص طور پر خسرہ کی ویکسین کو ٹائم پر مہیا نہ کرنا بھی ایک ایسی گھناؤنی سازش تھی بلکہ میں کہوں گا کہ ہمارے پنجاب کے اُن غریب بچوں کے لئے ایک ایسی موت کا سبب بنی جس کے لئے ان حکمرانوں کو سزا ملنی چاہئے جنہوں نے بروقت اس کے اقدامات نہیں کئے۔ اگر پی آئی سی میں انکوائری کمیشن کے ذریعے ان معاملات کو دیکھا جا سکتا ہے تو کاش خسرہ کی وجہ سے چھوٹے معصوم بچوں کی جو اموات ہوئی ہیں اس پر بھی ایک انکوائری کمیشن بنایا جاتا، دیکھا جاتا کہ کس طرح یہ اموات ہوئی ہیں اور کون کون اس کے ذمہ دار ہیں جنہیں کیفر کردار تک پہنچایا جاتا لیکن اس پر آج تک کوئی عمل نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سارے ٹیچنگ ہسپتال خصوصاً لاہور کے ہسپتالوں میں کچھ facilities مل جاتی ہیں لیکن ہمارے چھوٹے اضلاع سرگودھا، سیالکوٹ یا ساہیوال کے ہسپتالوں میں وہ facilities نہیں ملتیں جو ایک ٹیچنگ ہسپتال میں ہونی چاہئیں۔ دُکھ کی بات یہ ہے کہ ان

ہسپتالوں میں equipments ہی نہیں ملتے۔ اگر وہاں ایک غریب آدمی الٹرا ساؤنڈ کروانا چاہے تو پتا چلتا ہے کہ اُس کی مشین خراب ہے، ایکسرے مشین خراب ہے اور ڈاکٹر ان equipments کو جان بوجھ کر خراب کر دیتے ہیں تاکہ ان کے پرائیویٹ کلینکوں کا کام چل سکے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو ڈاکٹر اپنی services ہسپتال میں دے رہے ہیں اُن کو پرائیویٹ کلینک میں اجازت نہیں ہونی چاہئے لیکن اگر انہوں نے چلانے ہیں تو سرکاری ہسپتال میں ٹائم مقرر کیا جائے جہاں وہ شام کو بیٹھ کر پرائیویٹ practice کریں تاکہ کچھ معاملات بہتر ہو سکیں اور ایک عام غریب آدمی کو سہارا مل سکے۔ حکومتِ وقت کی priority میں صحت، تعلیم اور لاء اینڈ آرڈر ہونا چاہئے کیونکہ صحت ایک ایسی چیز ہے کہ ایک عام آدمی کو آج کل جعلی ڈاکٹر اور جعلی ادویات دینے والے مل جاتے ہیں مگر ایک بہتر ڈاکٹر مہیا نہیں ہوتا۔ وہ ڈاکٹر ایک ایسی دوائی لکھ دیتے ہیں جس کا اصل بیماری سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا لیکن اُن کے لئے کوئی سزا یا حساب کا ایسا معاملہ نہیں ہے کہ اُن کو کڑے امتحان میں ڈالا جائے کہ اس کی غلط دوا سے آج ایک غریب کا بچہ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے جس کو اس کا کیا ازالہ دیا جائے؟ اس کے لئے حکومتی امداد کا بندوبست ہونا چاہئے تھا لیکن کچھ بھی نہیں ملتا اور ایک غریب کی بات اُدھر ہی دبی رہ جاتی ہے۔ آج ان ڈاکٹروں کا راج ہے جو جعلی میڈیکل بناتے ہیں، جنہوں نے تھانوں میں جعلی پرچے کروانے کے لئے اپنے ڈسپنسر رکھے ہوئے ہیں، جو جعلی آپریشن کر کے میڈیکل سرٹیفکیٹ بنا کر ان کے آلہ کار بنتے ہیں مگر دُکھ اس بات پر ہے کہ ان چیزوں کو کبھی مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اس کے علاوہ کچھ ہسپتال بنائے گئے جن میں وزیر آباد کارڈیالوجی ہسپتال ہے، بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال ہے جن میں کارڈیک سنٹر اور burn unit چھ سال گزرنے کے باوجود functional نہیں کئے گئے۔ بہت سارے ایسے ہسپتال ہیں جن میں دیکھا جائے تو ڈاکٹروں کی monopoly کی وجہ سے اُن کو functional نہیں کیا جا رہا لہذا ان معاملات کو دیکھنے کے لئے کیا کبھی کسی نے غور کیا ہے، کیا پچھلے پانچ سال میں کسی کو ایسی کڑی سزا دی گئی ہے جس سے پتا چل سکے کہ ڈاکٹروں نے ایسا غلط کام کیا ہے یا کسی سیکرٹری کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا؟ دُکھ اس بات کا ہے کہ پنجاب میں ایک ہی کارڈیالوجی سنٹر ہے جو کم از کم دل کے عام مریضوں کو دوا دیتا ہے لیکن اس کے بجٹ میں ساڑھے پانچ کروڑ روپے کی کمی کر دی گئی ہے اور اب وہاں پر بائی پاس کے لئے ایک غریب آدمی کو facilitate نہیں کیا جا رہا۔ خدارا کم از کم پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کو بہتر کیا جائے۔ پچھلے دنوں وہاں انکوائریاں ہوئیں جس سے اچھے ڈاکٹر چلے گئے اور اب ہسپتال کی حالت اتنی بُری ہو گئی ہے کہ عام آدمیوں کو facilitate نہیں کیا جا رہا۔ اب وہاں پر مریضوں

کو ان کے بائی پاس اور انجیو گرافی کے لئے چھ چھ، سات سات ماہ کا ٹائم دیا جاتا ہے لہذا اس ہسپتال کو بہتر کریں تاکہ دُور دراز سے آنے والے مریض facilitate ہو سکیں۔ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر میں دِل کے حوالے سے ایسے سنٹر بنا دیئے جاتے تاکہ PIC پر pressure نہ پڑتا لیکن ایسا کام نہیں کیا گیا۔ انہوں نے کچھ معاملات کو اپنانے کے لئے ایسے units بنائے جن کو یہ اپنی تعریف کے لئے بناتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا ہے، ہم نے blood donors کے لئے کام کیا ہے اور ڈائیلسز کے لئے کام کیا ہے لیکن اکثر جگہ پر ڈائیلسز مشینیں خراب پڑی ہیں۔ میرے اپنے ضلع کے ٹیچنگ ہسپتال کی ڈائیلسز مشین پچھلے کافی عرصہ سے خراب رہی ہے لیکن پھر اخبارات میں شور پڑنے سے تھوڑے دن پہلے operational کیا گیا ہے بلکہ پچھلے دنوں سیکرٹری صحت بھی وہاں گئے ہوئے تھے۔ مجھے دُکھ اس بات کا ہے کہ جب اخبارات میں یہ چیزیں highlight ہوں گی اور جب ہم شور ڈالیں گے تب اِن معاملات کو پرکھنے کے لئے کوئی مسیحا آ کر دیکھے گا اور پرکھے گا؟ خدارا یہ کام حکومتی اداروں اور حکومت میں رہنے والوں کا ہے جسے بہتر بنانا اُن کا کام ہے لیکن دُکھ اور درد کی بات یہ ہے کہ اس معاملے کو دیکھا ہی نہیں جاتا۔ میں پچھلے دنوں اپنی constituency میں ایک B.H.U میں گیا وہاں ادویات تھیں اور نہ وہاں ڈاکٹر تھا جبکہ صرف ایک ڈسپنسر بیٹھا لوگوں کو ٹیکے لگانے کے ساتھ ساتھ جعلی ادویات لکھ کر دے رہا تھا۔ خدارا ان معاملات کو دیکھنے کے لئے ایک ایسا cell ضلعی سطح پر تشکیل دیا جائے جس سے کم از کم دُور دراز دیہاتوں میں ڈاکٹر اور اصل ادویات کا مہیا ہونا ضروری ہو جائے۔ پچھلے دنوں لاہور کے ایل ڈی اے پلازہ کی بالائی منزل پر آگ لگی جس سے اٹھائیس لوگ جاں بحق ہوئے۔ پتا چلا کہ ایمبولینسیں نہیں تھیں جن کی وجہ سے اموات زیادہ ہوئیں۔ انہوں نے ایمبولینسوں کے لئے کچھ پیسے رکھے ہیں جو ناکافی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! جلدی سے wind up کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! انہوں نے کچھ ایمبولینسوں کے لئے پیسے رکھے ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم ائر ایمبولینس بھی لائیں گے لیکن ائر ایمبولینس لا سکے اور نہ ہی ایمبولنیس کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچا اور ہر بجٹ میں اس طرح سے سہانے خواب دکھا دیئے جاتے ہیں لیکن ان پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! صرف ایک 1122 ہے جو کہ طبی سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 26-جون 2013 بوقت صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔